# فضائلِ امت محمدیہ

مرتبین

**مفتی ابوبکر جابر قاسمی**
خادم کہف الایمان ٹرسٹ، حیدرآباد

**مفتی احمد اللہ نثار قاسمی**
خادم دارالعلوم رشیدیہ، حیدرآباد

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پہلا ایڈیشن: ۱۴۴۳ھ =۲۰۲۱ء

نام کتاب : فضائلِ امتِ محمدیہ
مرتبین : مفتی ابوبکر جابر قاسمی، 09885052592
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی، 09550081116
صفحات : 127
گرافکس تزئین: مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری، قبا گرافکس، حیدرآباد
فون: 09704172672, 8801198133
ناشر : دار الدعوہ والارشاد، یوسف گوڑہ، حیدرآباد

## ملنے کے پتے

- مدرسہ خیر المدارس، بورابنڈہ، حیدرآباد، فون: 040-23836868
- دکن ٹریڈرس، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد، فون: 040-66710230
- مکتبہ کلیمیہ، یوسفین ویڈنگ مال، نامپلی، حیدرآباد

# فہرست مضامین

- پہلی بات ۶
- یہ امت خیر الامم ہے ۷
- امت محمدیہ کی برتری محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ۹
- امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقراء کا اعزاز ۱۰
- اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مہدی کا ظہور ۱۱
- امت محمدیہ کا نبی بہت شفیق ملا ۱۲
- یہ امت امت مرحومہ ہے ۱۴
- یہ امت خیر القرون میں ہے ۱۷
- اس امت سے مشورہ لینے کا حکم ۱۸
- امت کے کچھ افراد پر انبیاء وشہداء کا رشک ۱۸
- نبی امت سے پہلے اٹھا لیا جانا ۱۹
- امت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام ۲۰
- حضرت موسی علیہ السلام کی خیر خواہی ورشک ۲۱
- فرشتوں کا حاملِ قرآن پر رشک ۲۳
- اول وآخر خیر پر مشتمل ۲۳
- آخری زمانہ کی فضیلت ۲۴

- پوری امت کبھی گمراہ نہ ہوگی ۳۰
- ہر صدی میں ایک مجدّد ۳۱
- اس امت پر اجتماعی عذاب نہیں آئے گا ۳۲
- اس امت کو کوئی مٹا نہیں سکے گا ۳۴
- تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے ۳۵
- اس امت کا دین قیامت تک باقی رہے گا ۳۷
- اس امت کی کتاب کی حفاظت کا وعدہ ۳۸
- اس امت کے علماء نبی کے وارث ہیں ۳۸
- اس امت کا دین آسان ہے ۳۹
- قبول اسلام میں جبر نہیں کیا جائے گا ۴۷
- قبول اسلام میں جبر نہیں تو جہاد و سزا کیوں؟ ۴۸
- تعزیرات اسلامیہ کی حقیقت ۴۹
- اس امت کا دین کامل ہے ۵۰
- عمل کم ثواب زیادہ ۵۲
- اجر کو بھی دُہرا کر دیا گیا ۵۵
- اجتماعی طور پر شرک نہیں رہا اور شہوت پرستی کا ڈر ۵۶
- بھول چوک معاف ہے ۵۷
- جس گناہ پر مجبور کیا گیا ہو وہ گناہ معاف ۵۹
- اس امت سے غلط خیالات معاف ہیں ۶۱
- جمعہ کا دن دیا گیا ۶۴
- اس امت کا قبلہ کعبہ ۶۵
- نماز میں صف بندی کی خصوصیت ۶۷

- تمام روئے زمین جائے طہارت ونماز گاہ ۷۰
- سلام اور آمین کی خصوصیت ۷۱
- سورہ بقرہ کی آخری آیات ۷۱
- نماز عشاء امت کی خصوصیت ۷۴
- مال غنیمت کی حلت ۷۶
- اس امت کا حلال پہلی امتوں سے زیاد ۷۶
- لیلۃ القدر کی نعمت ۷۶
- مقام شہادت کی کثرت ۷۸
- سچی نیت سے شہادت کا مقام مل جاتا ہے ۸۷
- دیگر امتوں کی طرح عذاب نہ دیا جائے گا ۸۷
- دوسری امتوں پر گواہ بننے کا شرف ۸۸
- امتِ محمدیہ کے اعمال کا وزن زیادہ ہوگا ۹۴
- امتِ محمدیہ کا حوض ۹۵
- امتِ محمدیہ کی بڑی بڑی سفارشیں قبول ہونا ۹۶
- قیامت میں امتِ محمدیہ زیادہ ہوگی ۹۷
- اعضائے وضو کا میدان حشر میں چمکنا ۹۹
- قیامت کے دن اس امت کو نبی کی دعا حاصل ۱۰۱
- اس امت کا حساب سب سے پہلے ہوگا ۱۰۱
- پل صراط پر سے پہلے گزرے گی ۱۰۲
- پہلے نبی سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کا دروازہ کھلوائیں گے ۱۰۴
- سب سے پہلے جنت میں داخلہ ۱۰۴
- اس امت کا بڑا طبقہ بغیر حساب کے جنت میں ۱۰۵

- امتِ محمدیہ کا ہر مؤمن جنتی ہے ۱۰۶
- جنت میں امتِ محمدیہ زیادہ ہوگی ۱۰۸
- امتِ محمدیہ کو شفاعت کا حق نصیب ہوگا ۱۰۹
- کیا انبیاء نے اس امت میں پیدا ہونے کی دعا مانگی ہے؟ ۱۱۱
- کیا کفار بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں؟ ۱۱۵
- اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ ۱۱۵
- شکرانِ نعت ۱۱۶
- خیر امت ہونے کے تقاضے کو پورا کریں ۱۱۶
- پست ہمتی، بزدلی، ناامیدی اور مرعوبیت سے پرہیز ۱۱۷
- صبر اور نیت اجر پر ثابت قدم رہیں ۱۱۷
- ناقابل معافی گناہوں سے پرہیز ۱۱۸
- باہمی پھوٹ اور اختلاف سے پرہیز ۱۱۸
- سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ ۱۱۸
- امت محمدیہ کا تورات میں تذکرہ ۱۱۹
- امت محمدیہ کے فضائل وخصوصیات کا خلاصہ ۱۲۰
- فہرست مآخذ ومراجع ۱۲۲

# پہلی بات

میدان دعوت میں درد دل، قوت دعا، مثالی زندگی کے ساتھ صحیح معلومات بھی ہونا ضروری ہے، کم علمی کی وجہ سے غیر معتبر روایات، غیر معتدل افکار ونظریات نے امت مسلمہ کے لئے نہایت نقصان دہ ہیں، دل میں بار بار داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ دعوت وتبلیغ پر سلسلہ وار رسائل اور کتابیں بھی مرتب کی جائیں جس کو سامنے رکھ کر ایک داعی کی علمی پیاس بجھ سکے اور ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے بچ جائے۔

اس منصوبے کی پہلی کڑی آپ کے سامنے ہے، مقصد یہ ہے کہ اس امت کو کو پست ہمتی اور بزدلی سے نکالا جائے دنیا میں اس کا حقیقی مقام اور کام بتایا جائے، خدا کی طرف سے اس کے لیے عروج وزوال کے ضابطے سنائے جائیں۔

میرے عزیز دوست نے کافی جستجو کی اور از ابتداء تا انتہا یہی کوشش رہی کہ بتکلف خصوصیات وفضائل کا اضافہ نہ ہو بلکہ نصوص اور شراحِ حدیث کی تایید پر ہی اُسے خصوصیت کا درجہ دے کر لکھا جائے، چاہے بار بار مراجعت کرنا پڑے۔

بین السطور میں مختلف شبہات کے جوابات، احادیث پر اعتراضات کے تسلی بخش نکتے بھی آتے چلے گئے، قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا فرمائیں کے رب کریم اس علمی منصوبے کو بعافیت تکمیل تک پہنچائے۔ رب العالمین سے دعا کرتا ہوں کہ وہ قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔

۵/جمادالثانی ۱۴۴۲ھ-۱۹/۱/۲۰۲۱ ابوبکر جابر قاسمی

## یہ امت خیر الامم ہے

اس امت کے خیر امت بلکہ خیر الامم ہونا، اور خیر امت کی وجہ فریضۂ تبلیغ کی امتیازی شان کے لوگوں کو بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکنے کا فریضہ ادا کرے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (۱)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ اعزاز اس امت کے پاس اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والی صفت ان میں باقی رہے گی، اور اگر انہوں نے منکر کو بدلنے کی بجائے خود اپنا لیا تو یہ اعزاز ان سے خود بخود چھن جائے گا اور بہترین امت کی جگہ بُری امت کا لقب دیا جائے گا اور یہی ان کی ہلاکت کا سبب بنے گا:

"مَدْحٌ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ مَا أَقَامُوا ذَلِكَ وَاتَّصَفُوا بِهِ. فَإِذَا تَرَكُوا
التَّغْيِيْرَ وَتَوَاطَئُوْا عَلَى الْمُنْكَرِ زَالَ عَنْهُمْ اسْمُ الْمَدْحِ
وَلَحِقَهُمْ اسْمُ الذَّمِّ، وَكَانَ ذَلِكَ سَبَبًا لِهَلَاكِهِمْ" (۲)

قرآن مجید میں اس امت کی مدح و تعریف آئی ہے، اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟

لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۳)

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۱۰

(۲) تفسیر قرطبی: ۵ / ۲۶۴، سورہ آل عمران

(۳) سورة الأنبياء: ۱۰

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: تذکرہ کا مطلب ہے تمہارا شرف یعنی تمہارا شرف بیان فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کو تمام امتوں میں سے سب سے بہتر امت بنایا گیا۔ "جَعَلْتُ أُمَّتِيْ خَيْرَ الْأُمَمِ"(۱) دوسری جگہ ارشاد ہے: تم لوگ ستر امتوں کو پورا کروگے، ان میں سے تم لوگ سب سے بہتر اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر ہو: "أَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ"(۲) اور اس فریضہ کا خاص اہتمام مطلوب ہے، کبھی کبھار تبلیغ کرنا امت کا طمغہ امتیاز نہیں ہے، کیونکہ پچھلی امتوں میں بھی کبھی کبھار تبلیغ کا عمل جاری رہا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○(۳)

نکتہ:۱ آیتِ مذکورہ میں امر بالمعروف کو ایمان باللہ پر مقدم کرنے کی وجہ تبلیغ کے تمغۂ امتیاز کو بتانا ہے کیونکہ یہ مقام، مقامِ امتیاز کو بتانا ہے تو وجہ امتیاز کو اللہ تعالی نے مقدم رکھا، ورنہ فریضۂ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوگا، اور ایمان میں گذشتہ امتیں بھی مشترک ہیں تو اس سے امت کا ممتاز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

نکتہ ۲: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص یہ چاہے کہ اس خیر الامم میں شامل ہوجاوے اسے چاہئے کہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اور اللہ پر ایمان رکھے، خود بھی نیک بنے اور دوسروں کو بھی نیک بنانے کی محنت کرے۔

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ تِلْكَ الْأُمَّةِ، فَلْيُؤَدِّ

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبة، حديث:۳۲۱۷۹، مجمع الزوائد:۲۷۲/۸، حافظ نورالدین ہیثمی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

(۲) سنن الترمذی، حديث:۳۰۰۱، سنن ابن ماجه، حديث:۲۴۸۶

(۳) سورة ألِ عمران:۱۰۴

شَرَطَ اللّٰہِ مِنْہَا»(۱)

نکتہ: ۳ "وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "(۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مومن ومنافق کے درمیان فرق قرار دیا گیا ہے:

"فَجَعَلَ تَعَالَى الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُنَافِقِينَ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّ أَخَصَّ أَوْصَافِ الْمُؤْمِنِ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَرَأْسُهَا الدُّعَاءُ إِلَى الْإِسْلَامِ "(۳)

## امت محمدیہ کی برتری محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور اس امت کی برتری اور فضیلت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ یہ امت اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متبع ہے؛ کیونکہ وہ اللہ کی سب سے بہترین مخلوق ہیں، اللہ کے سب سے محبوب رسول ہیں، اور اللہ نے انہیں ایسی مکمل اور عظیم شریعت کے ساتھ بھیجا ہے جو کسی نبی اور رسول کو نہیں دی گئی، اور ان کے طریقے اور راستے پر کیا ہوا تھوڑا عمل بھی دیگر امتوں کے بہت سے اعمال سے افضل ہے:

"وَإِنَّمَا حَازَتْ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَصَبَ السَّبْقِ إِلَى الْخَيْرَاتِ بِنَبِيِّهَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِنَّهُ أشرف خَلْقِ اللّٰهِ أَكْرَمُ الرُّسُلِ عَلَى اللّٰهِ، وَبَعَثَهُ اللّٰهُ بِشَرْعٍ كَامِلٍ عَظِيمٍ لَمْ يُعْطه نَبِيًّا قَبْلَهُ وَلَا رَسُولًا مِنَ الرُّسُلِ. فَالْعَمَلُ عَلَى

---

(۱) تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل اي القران، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: ٣١٠ﮪ)، الناشر: دار ہجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ﻫ-٢٠٠١م: ٢/٦٧٢

(۲) التوبہ، آیت: ۷۱

(۳) تفسیر قرطبی: ۴/۴۷

مِنۡهَاجِهٖ وَسَبِيۡلِهٖ، يَقُوۡمُ الۡقَلِيۡلُ مِنۡهُ مَا لَا يَقُوۡمُ الۡعَمَلُ
الۡكَثِيۡرُ مِنۡ أَعۡمَالِ غَيۡرِهِمۡ مَقَامَهٗ"۔(۱)

قرآن عزیز میں اللہ نے اس امت پر احسان جتلاتے ہوئے ایک موقعے سے فرمایا:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ إِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ
أَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ
وَالۡحِكۡمَةَ وَإِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِيۡ ضَلَالٍ مُّبِيۡنٍ (۲)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے عظمت والا رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگر وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

## امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقراء کا اعزاز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن جمع ہوں گے، کہا جائے گا، اس امت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو لوگ کھڑے ہوں گے ان سے کہا جائے گا، تم نے کیا عمل کیا؟ وہ لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں آزمائش میں ڈالا گیا، تو ہم نے صبر کیا، زر اور زور آپ نے دوسروں کو دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے سچ کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو وہ لوگ جنت میں لوگوں سے پہلے داخل ہوں گے اور حساب کتاب کی شدت دولت اور اقتدار والوں کے لیے رہ جائے گی:

"فَيَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ قَبۡلَ النَّاسِ، وَيَبۡقٰى شِدَّةُ الۡحِسَابِ عَلٰى

---

(۱) الیسیر في إختصار تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۴۳، دار الهداة للنشر، جده

(۲) سورہ آل عمران: ۱۶۴

ذَوِي الْأَمْوَالِ وَالسُّلْطَانِ"(۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(۲)

## اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مہدی کا ظہور

اس امت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس امت میں جلیل القدر نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے وہ اخیر زمانہ میں ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے، وہ سارے کام کریں گے جو انہیں حکم دیا جائے گا۔

> **عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لا تقوم الساعةحتى ينزل فيكم ابن مريم حكمًا مقسطًا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لايقبله أحد. (۳)**
>
> ''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں (حضرت) عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کردیں گے، اور اس وقت مال اتنا زیادہ ہوجائے گا کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

اسی طرح اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں امام مہدی کا ظہور ہوگا جو سات سال حکومت کریں گے اور پوری دنیا کو انصاف سے بھر

---

(۱) صحيح ابن حبان: ۶۴۱۹، مجمع الزوائد، رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحيح غير أبی كثير الزبيدی وهو ثقة

(۲) ترمذی: ۲۳۵۴، اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) بخاری، کتاب البیوع، الحدیث: ۲۲۲۲، صحیح مسلم، الحدیث: ۱۵۵

دیں گے۔

> **"عن أم سلمة قالت: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول المهدى من عترتى من ولد فاطمة"(۱)**

> "ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری نسل اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوگا۔

اس امت کا امتیاز ہے کہ اس امت کے ایک عظیم فرد کے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز ادا فرمائیں گے، روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہے گی، قیامت تک غالب رہے گی، تو اس درمیان عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، تو ان کا امیر کہے گا آیئے نماز پڑھایئے تو وہ ارشاد فرمائیں گے نہیں تم کے بعض بعض پر امیری ہیں، اس امت کے اکرام میں:

> **"فيقول: لا إنه بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة"(۲)**

## امت محمدیہ کا نبی بہت شفیق ملا

امتِ محمدیہ کی ایک بڑی خصوصیت وکمال برتری یہ ہے کہ اس امت کو ایسا نبی عطا کیا گا جو امام الانبیاء والرسل، شفیع المذنبین، اللہ کا محبوب، رحیمانہ اخلاق، اور مشفقانہ عادات کے حامل ہی، جن کے اخلاق پر جن کے شفقت کے واقعات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا سکتی ہیں۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق ارشفقت کو بیان کرتے ہوئے بیشتر آیات میں فرمایا ہے:

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب المهدی: ۳/حدیث ۳۶۰۳: سکت عنه أبو داود

(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۴۱۲

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۱)
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوفٌ رَّحِيْمٌ (۲)
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو
اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا (۳)
اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ (۴)

نیز چوں کہ اخلاق وکردار میں دل کا مرکزی مقام ہے، اگر یہ اچھا رہے تو سب اچھا ہے ورنہ سب برا، اس ضابطہ کو دھیان میں رکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کو غور سے پڑھیں:

> ”اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے دلوں کا جائزہ لیا تو سب سے بہتر دل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو پایا، لہٰذا اپنا محبوب بنانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کرلیا اور اپنی رسالت دے کر بھیجا پھر انبیاء علیہم السلام کے بعد اپنے بندوں کے دلوں کا جائزہ لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے بہتر دل والے پایا، لہٰذا انہیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر بنا دیا جو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے لیے جہاد کرتے ہیں، تو جس کام کو مسلمان یعنی صحابہ اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے اور جس کام کو وہ برا سمجھیں وہ برا ہے“۔ (۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام بددعا نہیں فرمائی، فرض نماز مختصر پڑھانے کا حکم دیا، متعدد

---

(۱) القلم:۴
(۲) التوبۃ:۱۲۸
(۳) الاحزاب:۲۱
(۴) الاحزاب:۶
(۵) مسند احمد، حدیث:۳۷۹، امت محمدیہ کے فضائل، فیضی:۱۶

احادیث میں رحم کرنے کی فضیلت بتلائی، ماتحتوں کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ کرنے کا حکم دیا، بہت کم افرادی نقصان کے ساتھ قلیل عرصے میں (بشمول عہد خلفاء راشدین) آدھی دنیا میں امن وانصاف قائم فرمایا۔

## یہ امت امت مرحومہ ہے

مرحومہ یعنی رحم کی ہوئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری یہ امت 'رحمت والی امت ہے، اسے آخرت میں کوئی عذاب شدید نہ ہوگا، اس کا عذاب دنیا میں فتنے، زلزلے اور قتل ہیں۔

عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم : "أُمَّتِيْ هٰذِهٖ أُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِيْ الْاٰخِرَةِ، عَذَابُهَا فِيْ الدُّنْيَا اَلْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ"(۱)

اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ امت کے کسی فرد کو عذابِ آخرت نہ ہوگا، خواہ وہ مرتکبِ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو؟ مگر دوسری احادیثِ متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ امت کی وہ جماعت جو کبائر کا ارتکاب کرتی تھی اسے جہنم میں عذاب ہوگا، پھر یا تو کسی کی شفاعت کی برکت سے یا ربِ کریم کی رحمت ومغفرت سے انہیں جہنم سے نکالا جائے گا، لہٰذا دیگر احادیث متواترہ اور مذکورہ حدیث میں بظاہر تعارض ہوتا ہے، دونو میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ:

۱- یہاں ''امتِ اجابت'' مراد ہے، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کر لی، امتِ دعوت (کفار وغیرہ) کے لیے یہ فضیلت نہیں۔

۲- یا یہ کہ "لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْاٰخِرَةِ" میں عذاب سے آخرت میں عذابِ

---

(۱) مسنداحمد، حدیث: ۱۹۹۱۴، مشکوٰۃ المصابیح، باب الا نذار والتحذیر، الفصل الثانی: ۴۶۰

دائمی مراد ہے، جو کفار و مشرکین کے لیے خاص ہے۔ گنہگار مومنین کو اگر عذاب ہوا بھی تو وقتی ہوگا، دائمی عذاب نہ ہوگا۔

۳- ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ فضیلت ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہِ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کا کامل اتباع کرنے والے ہیں۔

۴- اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث پاک کا روئے سخن امت کی مخصوص جماعت یعنی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب ہو۔

۵- لیکن اگر اس کے ظاہری مفہوم کو بھی مراد لیا جائے تو اکثر امت مراد ہوگی، یا عذابِ شدید مراد ہوگا۔(۱)

امت کی اکثریت کو دنیا ہی میں مختلف شکلوں میں عذاب دے دیا جائے گا۔ "عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا"، اس معنٰی کے اعتبار سے آج جو امت مسلمہ زمانہ کے حوادث سے دو چار ہو رہی ہے، نت نئے فتنے، زلزلے، اور قتل و قتال یہ سب عام امت کے افراد کے لیے تو گناہوں کا کفارہ ہے، البتہ خاص اشخاص کے لیے رفع درجات کا ذریعہ ہے، اس اعتبار سے تو یہ آفات و مصائب اللہ تعالیٰ کا قہر نہیں، بلکہ کرم ہی ہے، لیکن ہم چوں کہ کمزور ہیں، تحمل ہم میں نہیں، اس لیے ہمیں تو یہی حکم ہے کہ عافیت طلب کریں، مگر حالات و مصائب پیش آجائیں تو اللہ تعالیٰ سے بدظن بھی نہ ہوں، یہ بھی اس کا رحم ہے کہ دنیا کی چھوٹی مصیبت کے ذریعہ بڑی مصیبت سے بچا رہا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ "یہ عذابِ قبر بھی اسی امت کے ساتھ خاص ہے" مگر یہ درست نہیں، جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہے۔(۲)

ایک روایت میں اس طرح اضافہ ہے: "الا ما عذبت هی نفسها" (۳) یعنی

---

(۱) گلدستۂ احادیث: ۱/ ۱۵۸

(۲) مظاہر حق جدید: ۴/ ۸۳۹

(۳) ابو یعلی، سند صحیح: ۶۲۰۴

وہ ایک دوسرے کو عذاب دیں گے۔

حضرت ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یوم النہر عذاب نہیں تھا؟ کیا جنگ جمل کا دن عذاب نہیں تھا؟ کیا صفین کا دن عذاب نہیں تھا؟

پوری تاریخ شاہد ہے کہ دشمن مسلمانوں پر غلبہ تب ہی پایا ہے جبکہ مسلمان نے دشمن کا ساتھ دیا، لکڑی کاٹنے کا آرا جنگل اسی وقت کاٹ سکتا ہے جب کہ کسی لکڑی کے ذریعے راستہ بن جائے، آرا پکڑنے کا سہارا مل جائے، مسلمانوں کی خانہ جنگی نے وہ نقصان پہونچایا جو امریکہ اسرائیل کے بموں نے نہیں پہونچایا، اس امت کے ترقی کے اسباب الگ ہیں دوسری قوموں کے عروج کے اسباب الگ ہیں، کنویں کے نکالنے اور درخت سے اتارنے کے طریقے الگ ہیں اسی طرح یہ امت دوسروں کی طرح بے ایمانی، سودخوری، بے نمازی پن وغیرہ کے ساتھ ترقی نہیں کرسکتی اور ایسی حقیقی ترقی کو ترقی بھی نہیں کہا جاسکتا، احکامِ شریعت کی پابندی ہی ترقی ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

چند مثالوں سے یہ حقیقت سمجھی جاسکتی ہے۔

☆ چرواہے سے اس کی بکریاں چرتے چرتے جب دور ہوجاتی ہیں تو وہ اپنے تربیت یافتہ کُتّے ان کے پیچھے چھوڑ دیتا ہے، تاکہ وہ بھونک بھونک کر انہیں مالک کے قریب کردیں اور انہیں بھیڑئے کے حوالے نہ ہونے دیں، ایسے ہی اللہ اپنے

دشمن کو مسلط کر دیتا تا کہ وہ اس امت کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں "**فلو لا اذ جاءهم بأسنا تضرعوا**"۔

- ☆ پرودگار عالم نے خنزیر اور بکری کا نظام ہضم الگ الگ بنایا ہے، ایک نجاست کھاتا ہے تو صحت مند بن جاتا ہے اور بکری گندگی کھا کر بدبودار گوشت والی بن جاتی ہے، اس دودھ نہیں پیا جاتا، یہی فرق مومن وکافر میں ہے، حرام لقمہ مومن کو راس نہیں آتا جبکہ کافر حرام مال سے تنومند بنتا ہے۔
- ☆ جولڑکا مدرسہ یا اسکول میں داخلہ لیتا ہے اسے انعام اور سند کے ساتھ ضوابط کی پابندی بھی لگتی ہے، فیس، وقت کی پابندی، یونیفارم کی صفائی وغیرہ کا مطالبہ داخل مدرسہ طالب علم سے ہوتا رہے، عام آوارہ لڑکے سے نہیں ہے، سزا بھی اسے ہی دی جاتی ہے، ملمان نے کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخلہ لیا ہے، اس کے جرائم (نماز چھوڑنا، روزہ نہ رکھنا، حرام کھانا، رشتے توڑنا) پر گرفت ہوگی، کافر کی نہیں۔
- ☆ کافر کے لیے جہنم طے ہے، اس پر مزید محنت کا کوئی فائدہ نہیں ہے شیطان مسلمان پر محنت کرنا چاہتا تا کہ اس کے کبیرہ گناہ اسے ایمان سے محروم کر دے اور سوء خاتمہ کی وجہ سے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جائے۔

## یہ امت خیر القرون میں ہے

اس امت کے بڑے طبقہ کو بہترین زمانہ وعہد زرین نصیب ہوا، سب سے افضل زمانہ میں افضل نبی کو مبعوث فرمایا:

> "**بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ**"(۱)

دوسری حدیث میں ہے: اس امت کا سب سے بہتر زمانہ وہ ہے جس میں میری بعثت ہوئی ہے، پھر اس کے بعد ان لوگوں کا زمانہ افضل ہے جو میرے زمانہ کے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث: ۳۵۵۷

بعد آئیں گے (صحابہ کرام) پھر ان لوگوں کا زمانہ افضل ہے جو میرے بعد آنے والوں کے بعد آئیں گے (تابعین عظام) اور پھر ان لوگوں کا زمانہ افضل ہے جو ان کے بعد آئیں گے (تبع تابعین محترمین) اور یہ زمانہ تقریباً ۲۲۰ھ پر ختم ہوتا ہے۔

”خَيرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ“ (۱)

## اس امت سے مشورہ لینے کا حکم

جو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے آپ ان کو نرم دل مل گئے ہیں اور اگر آپ سخت عادت کے اور سخت دل والے ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے متفرق ہوجاتے، سو آپ ان کو معاف کیجئے اور ان کے لئے بخشش مانگئے اور ان سے خاص خاص کاموں میں مشورہ لیجئے پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ؕ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○ (۲)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے جو پر حکمت ہدایات دی ہیں ان میں سے اس امت کا اعزاز بھی ظاہر فرمایا کہ امت کی دلداری کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت سے مشورہ لیتے رہیں، یہ اس امت کے لئے عظیم احسان ہے۔

## امت کے کچھ افراد پر انبیاء و شہداء کا رشک

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو!

---

(۱) مسند احمد، حدیث النعمان بن بشیر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم: ۱۸۳۴۷، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ، حدیث صحیح ہے، السنة لابن ابی عاصم، حدیث: ۱۴۷۳۔

(۲) سورۂ آل عمران: پ ۴/ آیت نمبر: ۱۵۹

سنو! اور سمجھو! اور جان لو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جو انبیاء ہیں نہ شہداء، ان کے اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے تو ایک دیہاتی نے عرض کیا (خلاصۂ سوال) ان کے اوصاف ہمیں بتلایئے؟ توسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو مختلف خاندان قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں کوئی رشتے داری نہیں، لیکن ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے قیامت کے دن نور کا منبر قائم فرمائے گا اور انھیں بٹھائے گا، ان کے چہرے اور کپڑے نورانی ہوں گے، قیامت کے دن لوگ خوفزدہ ہوں گے، مگر یہ لوگ خوف زدہ نہیں ہوں گے یہ ہی وہ اللہ کے ولی ہیں جنہیں خوف اور غم نہیں ہوگا:

”هُمْ نَاسٌ مِنْ أَفْنَاءِ النَّاسِ وَنَوَازِعِ الْقَبَائِلِ لَمْ تَصِلْ بَيْنَهُمْ أَرْحَامٌ مُتَقَارِبَةٌ تَحَابُّوا فِي اللهِ وَتَصَافَوْا، يَضَعُ اللهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ فَيُجْلِسُهُمْ عَلَيْهَا فَيَجْعَلُ وُجُوهَهُمْ نُورًا، وَثِيَابَهُمْ نُورًا، يَفْزَعُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَفْزَعُونَ، وَهُمْ أَوْلِيَاءُ اللهِ الَّذِينَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ (۱)

## نبی امت سے پہلے اٹھالیا جانا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحم کرنا چاہتا ہے تو اس امت کے نبی کو پہلے اٹھا لیتے ہے اور پہلے جانے والے نفع بنا دیتے ہیں (جیسے چشمہ وغیرہ پر انسان پہلے پہونچ کر دوسرے کے لیے انتظامات کرتا ہے) اور جب کسی امت کی تباہی وہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کو عذاب دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کا نبی ہوتا ہے، ان کی نگاہوں کے سامنے اسے ہلاک کرتے ہیں اور ان کی ہلاکت سے نبی زندہ کی آنکھ کو

---

(۱) مسند احمد: ۲۲۹۰۶، ترغیب، منذری نے کہا: سند حسن ہے، مستدرک حاکم میں ہے کہ روایت صحیح الاسناد ہے، ذہبی نے موافقت کی ہے۔

ٹھنڈک پہونچتی ہے، جب انہوں جھٹلایا اوران کی نافرمانی کی:

”وَإِذَا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ، عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ، فَأَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ، فَأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهَلَكَتِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ“(۱)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ امت پر رحم یہ ہے کہ امت کا نبی پہلے اٹھالیا جائے۔

### امت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :معراج کی شب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! اپنی امت سے میرا سلام کہئے اور انہیں بتلایئے کہ جنّت کی مِٹّی بڑی زرخیز ہے اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور یہ بھی بتلادیں کہ اس کے پودے: ”سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر“ ہیں۔

”عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لقيت إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِقْرَءْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ، وَغِرَاسُهَا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ“(۲)

ایک روایت میں ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اپنی امت کو جنت کی شجر کاری کا حکم فرمائے، کیونکہ اس کی مٹی پاکیزہ ہے، اوراس کی زمین وسیع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معلوم کیا کہ جنت کی شجر کاری کیا ہے؟ توحضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: ”لاحول ولاقوۃ الاباللہ“۔ ”وماغراس الجنة؟قال: لاحول ولاقوۃ الاباللہ“۔(۳)

---

(۱) صحیح مسلم:۶۱۰۵

(۲) سنن الترمذي، حدیث:۳۴۶۲

(۳) مسند احمد، حدیث:۲۳۵۵۲، مؤسسة الرسالة، بیروت

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی ورشک

موسیٰ علیہ السلام نے اس امت کے لئے نمازوں میں کمی کرا کے جو احسان فرمایا ہے، اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھو کیونکہ میں نے اپنی امت کے لئے ان سے زیادہ مہربان کسی نبی کو نہیں پایا۔ طبرانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”**قال: کان اشدُّھم عليَّ حین مررتُ وخیرھم لی حین رجعتُ**“ جب جاتے ہوئے میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ میرے لئے سب سے سخت ثابت ہوئے اور واپسی میں ان کے پاس سے گزرا تو میرے لئے سب سے زیادہ نرم ثابت ہوئے اور وہ تمہارے لئے بہترین دوست ثابت ہوئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

> **”أَكْثِرُوا مِنَ الصَّلاةِ على مُوسَى فَما رَأَيْتُ أحداً مِنَ الأَنْبِياءِ أَحْوَطَ على أُمَّتِي مِنْهُ“(۱)**

جب میں ان کے پاس سے آگے بڑھ گیا تو رونے لگے اس پر ان سے رونے کی وجہ خدا کی طرف سے پوچھی گئی تو انھوں نے فرمایا میں اس پر رو رہا ہوں کہ یہ نوجوان میرے بعد نبی بنا کر بھیجے گئے مگر میری امت کے مقابلہ میں ان کی امت کے زیادہ آدمی جنت میں داخل ہوں گے۔

> **”فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكَى، قِيلَ لَهُ: مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: أَبْكِي لِأَنَّ غُلاَمًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي“(۲)**

---

(۱) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، علي بن حسام الدين المتقي الهندي، مؤسسة الرسالة، بيروت، حديث: ۳۲۳۶۷، فيض القدير شرح الجامع الصغير، حديث: ۱۴۰۷، المكتبة التجارية الكبرى، مصر

(۲) صحيح بخارى، كتاب المناقب، باب المعراج، حديث: ۳۸۸۷، دار طوق النجاة، بيروت

**فائدہ:** حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنّتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسیّ صفیں امّت (مسلمانوں) کی ہوں گی اور چالیس صفیں دوسری امتوں کے لوگوں کی۔ اس روایت کو ترمذی، دارمی اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں نقل کیا ہے۔

**"قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَهْلُ الجَنَّةِ عِشْرُونَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُونَ مِنْهَا مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ وَأَرْبَعُونَ مِنْ سَائِرِ الأُمَمِ" (۱)**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کے جنّتیوں کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلہ میں دو تہائی زائد ہوگی لیکن باب الشفاعت میں ایک روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ مجھے امید ہے تم (مسلمان) اہل جنّت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں گے۔ ان دونوں روایتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق تعالیٰ کی بارگاہ سے یہی امید قائم کی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لوگ اہل جنّت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں، مگر بعد میں حق تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس امید کو اور بڑھا دیا ہو اور جنّتیوں میں امت محمدیہ کی تعداد کو دو تہائی تک کرنے کی بشارت عطا فرمائی ہو اور یہ اضافہ وزیادتی یقیناً ربِ کریم کے اس خاص فضل وکرم کا آئینہ دار ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت مرحومہ کا نصیب ہے۔

الغرض اس کے بعد کلیم اللہ بھی حبیب اللہ کے پیچھے چلے اور ساتویں آسمان تک ساتھ رہے چونکہ واپس میں آپ ہی نے نمازوں کی تخفیف کی بات کی ہے، ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے، چونکہ آپ بنی اسرائیل کو آزما چکے تھے اس لئے ابراہیم علیہ السلام کے

---

(۱) سنن الترمذي، كتاب صفة الجنة عن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء في صف أهل الجنة، حدیث: ۲۴۵۶، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

مقابلہ آپ نے تخفیف کی بات کی۔(۱)

## فرشتوں کا حاملِ قرآن پر رشک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین پیدا فرمانے سے ہزار سال پہلے سورہ طہ اور سورہ یسن پڑھی، فرشتے سن کر کہنے لگے، ''اس امت کے کیا کہنے جس پر یہ کلام نازل ہوگا اور ان سینوں کے کیا کہنے جن کے اندر یہ کلام ہوگا اور ان زبانوں کے کیا کہنے جو اس کو پڑھیں گی۔

> ''إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَرَأَ طه وَيس قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ
> وَالْأَرْضَ بِأَلْفِ عَامٍ، فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ، قَالَتْ:
> طُوبَى لِأُمَّةٍ يَنْزِلُ هَذَا عَلَيْهَا، وَطُوبَى لِأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هَذَا،
> وَطُوبَى لِأَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهَذَا''(۲)

فائدہ: آج جب بچہ بچہ کی زبان پر پورا قرآن حفظ ہے تو اندازہ ہوتا ہے دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جسے اس قدر محفوظ کیا جاتا ہو، لاکھوں سینوں کو یہ نعمت نصیب ہے اور واقعتاً قابل رشک نعمت ہے۔

## اول وآخر خیر پر مشتمل

پچھلی قومیں اپنے نبی باحیات رہنے تک نیکی پر رہتی ان کی وفات کے بعد گمراہی کی راہ اختیار کر لیتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے اس کی امت میں سے حواری نہ ہوں اور اصحاب نہ ہوں جو اس کے طریقے پر چلتے ہیں اور اس کے حکم کی پیروی کرتے ہیں، پھر ان لوگوں کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے ہیں جو زبان سے کہتے ہیں اور کرتے نہیں اور ان کاموں کو کرتے

---

(۱) فرحة اللبيب: ۳۳۳

(۲) سنن الدارمي، ومن كتاب فضائل القرآن، باب في فضل سورة طه ويس، حديث: ۳۴۵۷، مشكوة المصابيح، حديث: ۲۱۵۹، قال العراقي: رواه الدارمي من حديث أبي هريرة رضي الله عنه بسند ضعيف، تخريج الاحياء: ۲/۵۸۲۔

ہیں جن کا حکم نہیں، پھر جو کوئی ان نالائقوں سے لڑے ہاتھ سے وہ مؤمن ہے اور جو کوئی لڑے زبان سے (ان کو برا کہے ان کی باتوں کا رد کرے) وہ بھی مؤمن ہے اور جو کوئی لڑے ان سے دل سے (ان کو برا جانے) وہ بھی مؤمن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں۔“ (اگر دل سے بھی برا نہ جانے تو اس میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں)۔

> ”مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي، إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الإِيمَانِ، حَبَّةُ خَرْدَلٍ“(۱)

لیکن اس امت میں خیر کا پہلو ہمیشہ غالب رہا ہے، اس امت کی مثال بارش کی طرح ہے جو بعض مرتبہ موسم کے شروع میں فائدہ مند ہوتی ہے تو کبھی موسم کے آخر میں فائدہ مند ہوتی ہے، اسی طرح اس امت کا اول طبقہ تو خیر پر تھا ہی اس کا آخر حصہ بھی پہلے کی طرح خیر پر رہے گا۔ ’’مثل امتی کالمطر لایدری اولہ خیر ام آخرہ‘‘ (۲) اس حدیث میں اول زمانہ کے خیر پر مشتمل ہونے میں تردد ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ آخر کو اول کے مشابہ قرار دینا مقصود ہے۔

## آخری زمانہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! تم لوگوں پر ایک دن ایسا ضرور

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۵۰

(۲) سنن ترمذی، حدیث: ۲۸۶۹، مسند احمد: ۳/۱۳۰

آئے گا کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے لیکن میرا دیدار کرنا (اس وقت) ہر مومن کے نزدیک اس کے اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہوگا۔

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ فِي يَدِهِ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَلَا يَرَانِي، ثُمَّ لَأَنْ يَرَانِي أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ مَعَهُمْ“ (۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سے میرے ساتھ شدید محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کی تمنا یہ ہوگی کہ کاش وہ اپنے سب اہل وعیال اور مال و اسباب کے بدلے میں میری زیارت کرلیں۔

”أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا، نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي، يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ“ (۲)

حضرت عبدالرحمن حضرمی بیان کرتے ہیں: مجھے اس نے خبر دی جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک میری اُمت میں ایک قوم ایسی ہے جس کو پہلے لوگوں کے اجر وثواب کی طرح کا اجر دیا جائے گا۔ وہ برائی سے منع کرنے والے ہوں گے۔

”عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ أُمَّتِي قَوْمًا يُعْطَوْنَ مِثْلَ أُجُوْرِ أَوَّلِهِمْ فَيُنْكِرُوْنَ الْمُنْكَرَ“ (۳)

حضرت عبدالرحمن بن علاء حضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان کرتے ہیں: مجھے اُس شخص نے

---

(۱) صحيح بخارى، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث: ۳۳۹۴، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضل النظر إليه صلى الله عليه وآله وسلم، حديث: ۲۳۶۴

(۲) صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فيمن يود رؤية النبى صلى الله عليه وآله وسلم بأهله وماله، حديث: ۲۸۳۲

(۳) مسنداحمد، حديث: ۱۶۶۲۳، مجمع الزوائد، حديث: ۷/۲۶۱

بتایا جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اس اُمت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے لیے اجر اس اُمت کے اولین کے برابر ہوگا۔ وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور فتنہ پرور لوگوں سے جہاد کریں گے۔

”إِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِي آخِرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ أَجْرِ أَوَّلِهِمْ. يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ هَلَ الْفِتَنِ“ (۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری اور مبارک باد ہو اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اور سات بار خوشخبری اور مبارک باد ہو اُس کے لیے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔

” أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِي، وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَمْ يَرَنِي وَآمَنَ بِي“ (۲)

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دن کا کھانا کھایا۔ ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سے بھی کوئی بہتر ہوگا؟ ہم آپ کی معیت میں ایمان لائے، اور آپ ہی کی معیت میں ہم نے جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ اُنہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا (وہ اِس جہت سے تم سے بھی بہتر ہوں گے)۔

”قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلْ أَحَدٌ خَيْرٌ مِنَّا؟ أَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ. قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ. يُؤْمِنُوْنَ بِي وَلَمْ يَرَوْنِي“ (۳)

---

(۱) دلائل النبوّۃ للبیهقی: ۶/ ۵۱۳، کنز العمال، حدیث: ۳۸۲۴۰

(۲) مسند احمد، حدیث: ۲۲۲۶۸، مسند ابن حبان، حدیث: ۷۲۳۳، تاریخ الکبیر، حدیث: ۱۵۷۶

(۳) مسند احمد بن حنبل، حدیث: ۱۷۰۱۷، سنن الدارمی، حدیث: ۲۷۴۴، مجمع الزوائد للهیثمی: ۱۰/ ۶۶، ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میری اُمت میں میرے بعد ایسے لوگ بھی آئیں گے جن میں سے ہر ایک کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ اپنے اہل و مال کے بدلے میری زیارت خرید لے (یعنی اپنے اہل و مال کی قربانی دے کر ایک مرتبہ مجھے دیکھ لے)۔

"إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُوْنَ بَعْدِي. يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوِ اشْتَرٰى رُؤْيَتِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ" (۱)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے طریق سے اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے) فرمایا: تمہارے نزدیک ایمان کے لحاظ سے کون سی مخلوق سب سے محبوب ترین ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: فرشتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ وہ ہر وقت اپنے رب کی حضوری میں رہتے ہیں! اُنہوں نے عرض کیا: پھر انبیاء کرام، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور انبیاء کرام کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے! اُنہوں نے عرض کیا: تو پھر ہم (ہی ہوں گے)۔ فرمایا: تم ایمان کیوں نہیں لاؤ گے جب کہ خود میری ذات تم میں جلوہ افروز ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مخلوق میں میرے نزدیک پسندیدہ ترین ایمان ان لوگوں کا ہے جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ کئی کتابوں کو پائیں گے مگر (صرف میری) کتاب میں جو کچھ لکھا ہوگا (بن دیکھے) اُس پر ایمان لائیں گے۔

"أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيْمَاناً؟ قَالُوْا: الْمَلَائِكَةُ. قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ! قَالُوْا: فَالنَّبِيُّوْنَ. قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ! قَالُوا: فَنَحْنُ. قَالَ: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ: إِنَّ أَعْجَبَ

---

(۱) مستدرک حاکم، حدیث: ۶۹۹۱، کنز العمال، حدیث: ۳۴۴۹۳، حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

**الْخَلْقِ إِلَيَّ إِيْمَاناً لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِي. يَجِدُوْنَ صُحُفاً فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهِ"(۱)**

**فائدہ:** ان حدیثوں سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بعد میں آنے والوں کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی؛ کیوں کہ بعد میں آنے والوں کی جو فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ جزئی فضلیتیں ہیں جو حضرات صحابہ کی ان فضیلتوں کے سامنے ہیچ ہیں جو دوسری حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں، ہاں ہم کو اپنی خوش نصیبی پر ناز کرنا چاہیے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم کو ان فضیلتوں والا بنایا، **فلله الحمد على ذالك**(۲)

مزید اس مضمون کو سمجھنے کے لیے غور کیجیے:

☆ عمل کا اجر الگ ہے صحبت کا اجر الگ ہے، بعد والے بعض زمانہ کی مخالفت کی وجہ سے ان کے اعمال کا اجر زیادہ ہوگا، جہاں تک بات ہے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، اُس میں بعد والے صحابہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے ہیں۔

☆ محض اجر کے بڑھ جانے سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔

☆ بعد والے محض ایک خاص عمل میں صحابہ کرام سے بڑھ گئے، باقی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟

☆ اگلے لوگوں کے حالات اور ماحول موافق تھا، پچھلے لوگوں کے لیے حالات ناموافق ہوئے اس لیے انھیں بعض اعمال کے بدلے میں پچاس صحابہ کے برابر اجر مل جائے گا، لیکن کیا یہ لوگ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جیسے تمام اعمال کرسکتے ہیں؟؟ ہرگز نہیں کرسکتے۔

☆ خلاصہ یہ ہے کہ آخری زمانے والوں کو بھی ایک طرح سے اگلے لوگوں کے

---

(۱) **مسند بزار، حدیث: ۲۸۹، مستدرک حاکم، حدیث: ۶۹۹۳، معجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۱۲۵۶۰**، امام حاکم نے فرمایا: اِس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(۲) فضائل امت محمدیہ: ۵۳

مقابلے میں آنے کا موقع ہے کوشش کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو کوئی اس کا دسواں حصہ چھوڑ دے گا جس کا اسے حکم دیا گیا تو ہلاک ہو جائے گا یعنی آخرت میں اس کی گرفت ہوگی، پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں سے جو کوئی اس کے دسویں حصہ پر عمل کرے گا جس کا اسے حکم ہوا تو نجات پا جائے گا۔

”إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهِ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا أُمِرَ بِهِ نَجَا“ (۱)

حدیث ضعیف ہے، صاحب مرقات فرماتے ہیں اس سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر فریضۂ تبلیغ کما حقہ ادا نہ کرتے اور جس قدر ان پر فرض تھا اس کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دیتے تو ان کی گرفت ہو جاتی کیوں کہ اس زمانے میں دین غالب تھا، دین کی بات جلدی مان لی جاتی تھی، اس کے بعد شدہ شدہ اسلام کے احکام چھوٹتے چلے گئے اور حق پر عمل کرنے والے کم ہو گئے بلکہ اب تو اہل حق کا مذاق اڑانے والے اور حق سے منہ موڑ کر احکام خداوندی کا استخفاف کرنے والے بکثرت ہو گئے ہیں اور کلمہ حق کہنے کی فضا نہیں رہی، لہٰذا بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو فضا موافق نہ ہونے کے باوجود احکام شریعت کے بارے میں روک ٹوک سے کام لیتے ہیں اور دین پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اسی فضا کی ناموافقت کی وجہ سے فریضہ تبلیغ کا دسوان حصہ ادا کر دینے پر نجات کا وعدہ ہے۔ (۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مگر دسواں حصہ اخلاص اور دعوت کا مراد

---

(۱) ترمذی، أبواب الفتن، باب، حدیث: ۲۲۶۷، هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ

(۲) فضائل امت محمدیہ مولانا عاشق الٰہی بلندشہری: ۱۵

ہے، فرض نمازیں، فرض روزے، فرض حج کا دسواں حصہ مراد نہیں ہے۔

## پوری امت کبھی گمراہ نہ ہوگی

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ(۱) کہ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں'' اور سنت بھی قرآن کی طرح ایک وحی ہے جس کی سند اور روایت کی حفاظت قرآن کی حفاظت میں سے ہے۔ ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب سے اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے اب تک کوئی امت ایسی نہیں ہے جو اس امت کی طرح اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کو یاد کیا اور اپنے سلف کے نسب محفوظ کئے۔

**"لم يكن في أمةٍ من الأُمم منذ خلقَ الله آدمَ أُمَّةٌ يحفَظون آثارَ نبيّهم و أنسابَ سلَفِهم مثلُ هذه الأمة" (۲)**

جب اس امت اول و آخر خیر پر رہے گا اور اللہ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہی ہے تو پوری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی، ہاں! یہ ممکن ہے کہ نیکوکار زمان ومکان احوال وحوادث کے اعتبار سے کم وبیش ہوتے رہیں، لیکن امت کا کل طبقہ گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتا۔

**"إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي - أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ" (۳)**

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے تمہیں تین باتوں سے امان میں رکھا ہے ایک تمہارا نبی تمہارے خلاف بددعا نہیں کرے گا، کہ تم سب ہلاک

---

(۱) سورة الحجر:۹

(۲) تاريخ دمشق:۳۸/۳۰، فتح القدير:۱/۴۵۴

(۳) سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة، حديث:۲۱۶۷، المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب العم، باب ومنهم يحي بن أبي المطاع القرشي، حديث:۳۹۷

ہوجاؤ، دوسرے اہل باطل اہل حق پر (کلی طور پر) غالب نہیں آسکیں گے، تیسرے اور یہ کہ تم لوگ گمراہی پر جمع نہیں ہوگے۔

”إِنَّ اللهَ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلَكُوا جَمِيعًا، وَأَنْ لَا يَظْهَرَ أَهْلُ الْبَاطِلِ عَلَى أَهْلِ الْحَقِّ، وَأَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ“(۱)

یعنی امت کے تمام افراد گمراہی کے شکار نہیں ہوں گے، البتہ فرمانبرداروں کی تعداد کم زیادہ ہوسکتی ہے، لیکن حق کو لازم پکڑے رہنے اور باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک جماعت ہمیشہ رہے گی، خواہ ان سے سیاست، حکومت چھین لی جائے، تبلیغ دین پر پابندی لگادی جائے، پھر بھی یہ حق سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے۔

”لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ، حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ“(۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ میری امت کی ایک جماعت برابر حق پر قائم رہ کر جہاد کرتی رہے گی، اپنے مخالف پر غالب رہے گی، یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال سے قتال کرے گی۔

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ“(۱)

## ہر صدی میں ایک مجدّد

یہ دین قیامت تک نہیں مٹے گا بلکہ جب بھی کوئی شیطان وخبیث صفت انسان یا

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها، حدیث: ۴۲۵۳

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، حدیث: ۷۳۱۱، صحیح مسلم، کتاب الامارة، حدیث: ۱۹۲۱

(۳) سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد، حدیث: ۲۴۸۴

جماعت اسے مٹانے کی کوشش کرے تو ہر صدی کے شروع یا آخر میں کسی مرد مجاہد کو مبعوث فرمائے گا جو لوگوں میں ایمانی روح پھوں کے گا، انہیں سنتِ نبوی پر لائے گا اور رائج بدعات کو ختم کرے گا، باطل تاویلات وغلط توجہات کی تصحیح کرے گا، یہ خصوصیت اس امت کے علاوہ کسی دوسری قوم کو حاصل نہیں ہے، حضرت موسی علیہ السلام کی کتاب تو ارت میں تبدیلی ہوگئی، کوئی یہودی اس میں تجدید کیا کرتا خود وہی تحریف کرنے میں لگ گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو بدل دیا گیا یہاں تک عیسائیت کا بڑا طبقہ اصلی انجیل سے واقف بھی نہیں ہے، اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے تحریف کردی اور کوئی مجدد پیدا نہ ہوا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد تحریف کرنے کی کوشش کی گئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے "اینقص الدین وانا حي" کہہ کر دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصلی حال پر باقی رکھا، اور ہر زمانہ میں ایسی صدیق صفت مرد مومن پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔

**"يَحمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحرِيْفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِيْنَ"(۱)**

ایک اور حدیث میں ہے کہ: اللہ تعالی ہر سو سال میں اس امت کے اندر ایک آدمی ضرور پیدا کرے گا جو اس دین کی تجدید کرے گا۔

**"إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا"(۲)**

## اس امت پر اجتماعی عذاب نہیں آئے گا

پہلی قومیں جب نافرمان بن جاتی تھیں تو ان کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ اجتماعی

---

(۱) مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، حدیث نمبر: ۲۴۸، السنن الكبري للبيهقي، كتاب الشهادات، باب الرجل من أهل الفقه...، حدیث: ۲۰۹۱۱، مسند البزار، حدیث: ۹۴۲۳

(۲) سنن ابی داؤد، كتاب الملاحم، باب مايذكر في قرن المائة، حديث: ۴۲۹۱

عذاب نازل کرکے پوری قوم کو ہلاک کردیتے تھے، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قوم ثمود، قوم عاد وغیرہ کی ہلاکت کا ذکر قرآن میں موجود ہے، اجتماعی عذاب سے محفوظ رہنا اس امت کی خصوصیت ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آرہے تھے آپ مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی پھر آپ نے لمبی مناجات کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی، پھر میں نے دعا کی کہ میرے عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے میری یہ دعا قبول نہ ہوئی۔

**"سَأَلْتُ رَبِّي ثَلَاثًا ، فَأَعْطَانِي ثِنْتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً ، سَأَلْتُ رَبِّي أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالسَّنَةِ فَأَعْطَانِيهَا ، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِالْغَرَقِ فَأَعْطَانِيهَا ، وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيهَا"** (۱)

ابن مردویہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو معاویہ کے محلے میں گئے اور وہاں آٹھ رکعت نماز ادا کی، بڑی لمبی رکعت پڑھیں پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں اللہ پاک نے دو تو دیں اور ایک نہ دی، میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے دشمن اس طرح نہ چھا جائیں کہ انہیں برباد کردیں اور ان سب کو ڈبو یا نہ جائے، اللہ نے ان دونوں باتوں سے مجھے امن دیا پھر میں نے آپ سے لڑائیاں نہ ہونے کی دعا کی لیکن اس سے مجھے منع کردیا۔

---

(۱) صحيح مسلم، كِتَاب الْفِتَنِ وَأَشْرَاطِ السَّاعَةِ، بَاب هَلَاكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، حدیث: ۵۱۴۹

”صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَأَطَالَهَا، فَقَالُوا:
يَا رَسُولَ اللّٰهِ، صَلَّيْتَ صَلَاةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيهَا، قَالَ: أَجَلْ إِنَّهَا
صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ، إِنِّي سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيهَا ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ
وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً، سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا،
وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا،
وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيهَا“(۱)

خلاصہ یہ اس امت کو اللہ تعالی پہلی قوموں کی طرح ہلاک نہیں کریں گے۔

## اس امت کو کوئی مٹا نہیں سکے گا

جب اللہ رب العزت نے اس امت کو اجتماعی عذاب سے ہلاک نہ کرنے کی بشارت دی ہے تو کوئی مخلوق اس امت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے یہ ناممکن ہے، مخالفین نے روز اول سے کیسے کیسے مظالم ڈھائے، تاتاریوں کا فتنہ تاریخ ناقابل فرموش باب ہے، سقوط اندلس تاریخ کا المناک باب ہے، مظالمِ شام و فلسطین سے تاریخ کا باب روشن ہے، آزادیٔ ہند کی قربانیاں تاریخ میں عیاں ہیں، مگر کبھی دشمن اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوسکا، اور نہ کامیاب ہوگا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو اس حد تک سمیٹ اور سکیڑ دیا کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے سمیٹ کر دکھائی گئی، اور مجھے سفید (چاندی) اور سرخ (سونا) دو خزانے عطا کیے گئے، اور میں نے اپنی امت کے لیے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ عام قحط سالی سے اسے ہلاک نہ کرے، اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہ کرے جو انھیں تباہ کر کے رکھ

---

(۱) سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب بَابُ مَا جَاءَ فِي سُؤَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فِي أُمَّتِهِ، حدیث: ۲۱۷۵، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

دے، میرے رب نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا، میں آپ کی مت کے بارے میں آپ کی یہ دعا قبول کرتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہیں کروں گا جو انھیں تباہ کر کے رکھ دے اگرچہ سارے دشمن ان کے خلاف متحد اور مجتمع کیوں نہ ہو جائیں البتہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بھی بنائیں گے۔

”إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ: الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحُ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا“ (١)

## تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے نشّۂ مے کو تعلّق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتئ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے، دھندلا سا ستارا تو ہے

---

(١) صحیح مسلم، الفتن، باب ھلاک ھذہ الامۃ بعضھم ببعض، حدیث: ٢٨٨٩

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے، یہ سماں ہے دل آزاری کا امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا

کیوں ہراساں ہے صَہیل فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفَسِ اعدا سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے (جواب شکوہ)

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۱)

اور جو اس امت کو یا اس کے کسی فرد کو مٹانے کی کوشش کرے تو اس کے لئے جہنم کے خاص دروازہ سے داخل کیا جائے، جب پوری امت محبوب ہے، اور اس کا بقا مطلوب ہے، امت مرحومہ ہے تو جو کوئی اپنی ذاتی خباثت سے قتل کی کوشش کرے تو اسے سخت سزا دی جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ آیت تلاوت فرمائی:

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ○ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ط لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ○ (۲)

اس کے بعد فرمایا: جہنم کا ایک دروزاہ اس شخص کے لیے ہے، جو میری امت پر تلوار سونتا ہے۔ ”باب منها لمن سل السيف على امتى او قال على امة محمد“ (۳)

---

(۱) سورۃ الصف:۸

(۲) سورۃ الحجر: ۴۳-۴۴

(۳) سنن ترمذی، حدیث: ۲۱۲۳، التاریخ الکبیر للبخاری: ۲/۲۳۵، اس کی سند کو احمد شاکر نے صحیح قرار دیا ہے۔

## اس امت کا دین قیامت تک باقی رہے گا

اس امت کو دیا گیا دین قیامت تک باقی رہے گا، دیگر ادیان کو اللہ نے اس کے ذریعہ منسوخ کر دیا۔ فرمان الٰہی ہے: إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (۱) بیشک دین (حق) اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اللہ اس (دین اسلام) کی جگہ کوئی دوسرا قبول نہیں کرے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ (۲) جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا۔

دوسری امتیں بھی دینِ اسلام کی پابند ہیں اور تمام لوگوں کو اس دین پر چلنے کا حکم دیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں (مجھ) محمد ﷺ کی جان ہے؛ اس امت کا کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری نبوت کا سن کر میرے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے گا تو وہ (جہنم کی) آگ والوں میں سے ہوگا۔

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ“ (۳)

اور یہ دین تمام ادیان پر غالب رہے گا، اللہ جل جلالہ نے فرمایا: اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک بُرا مانیں۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (۴)

---

(۱) آل عمران: ۱۹ (۲) آل عمران: ۸۵

(۳) صحيح مسلم، كتاب الإيمان، بَابُ وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ، وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ، حدیث: ۱۵۳

(۴) سورة التوبة: ۳۳

## اس امت کی کتاب کی حفاظت کا وعدہ

امت محمدیہ کے لئے نازل شدہ کتاب کے الفاظ، معانی ومطالب کی حفاظت ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے لی ہے جبکہ اس سے پہلے نازل شدہ آسمانی کتابوں کو یہ شان حاصل نہیں ہے، تورات وانجیل کو خود اس کے ماننے والوں نے ہی بدل دیا، کوئی آسمانی مذہب اپنی مذہبی کتاب کی حفاظت کا دعوی نہیں کرسکتا، مگر اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کو خصوصیت بخشی ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف بلکہ حرکت واعراب بھی بدلا نہیں گیا۔ ''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ ''(۱) کتنے ہی لوگوں نے اس کو بدلنے کی کوشش کرلی، اور کتنے ہی لوگ اس جیسی کتاب بنانے کی محنت ودعوے کر لئے مگر ایک لفظ کا نہ اضافہ کیا جاسکا اور نہ حذف کیا گیا، اور نہ ہی کیا جاسکے گا۔ ''لَا يَأۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ''(۲)

نکتہ ۱) قرآن مجید کی حفاظت کی برکت سے حفاظ کی حفاظت ہوجائے گی۔

۲) قرآن مجید کی تفسیر کرنے والے مفسرین کی حفاظت ہوجائے گی۔

۳) تفسیرِ قرآن میں بیان کی جانے والی احادیث اور محدثین کی حفاظت ہوجائے گی۔

## اس امت کے علماء نبی کے وارث ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی رہبری یکے بعد دیگر انبیاء کرام فرماتے تھے، جب کسی نبی کا انتقال ہوتا تو دوسرے نبی تشریف لے آتے، مگر میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، بلکہ خلیفہ ہونگے اور بکثرت ہونگے۔

''كَانَتۡ بَنُو إِسۡرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنۡبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعۡدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكۡثُرُونَ''(۳)

---

(۱) الحجر:۹

(۲) فصلت:۴۲

(۳) صحیح بخاری، حدیث:۳۴۵۵، صحیح مسلم، حدیث:۱۸۴۲

امت میں بگاڑ وقتاً فوقتاً آنا طے ہے اور اصلاح کے لئے نبی کا نہ آنا بھی طے ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے اس امت کے علماء کو انبیاء کا وارث بنایا ہے، جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء اپنے سے پہلے نبی کے وارث بن کر قوم کی اصلاح کرتے تھے یہ ذمہ داری اور مقام اس امت کے علماء کو حاصل ہے۔ ”ان العلماء هم ورثة الانبياء“(۱)

## اس امت کا دین آسان ہے

دین محمدی میں اللہ نے کسی طرح کی سختی نہیں رکھی ہے۔ ”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ “(۲) یہ دین امت پر سے ہر طرح کا بوجھ ہٹانے کے لئے آیا ہے۔ ”وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ “(۳) اللہ رب العزت کا ارشا ہے: ”اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دُشواری نہیں چاہتا۔“ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ “(۴)

نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظیم ہے: ”اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ“ بے شک دِین آسان ہے۔ (۵) مگر دِین آسان ہونے کا مطلب اپنی مَن مانی کرنا نہیں ہے کہ:

☆ واجب الاعادہ نماز کو دین میں آسانی ہے کا بہانہ بنا کر لوٹایا نہ جائے۔

☆ رَمَضانُ المبارک میں روزہ رکھنا دُشوار لگے تو دین میں آسانی کو بہانہ بنا کر روزہ ترک کر دیا جائے۔

☆ زکوٰۃ فرض ہونے پر حساب لگا کر پوری پوری زکوٰۃ ادا کرنے کے بجائے کچھ رقم صَدقہ وخیرات کر کے اپنے دِل کو منا لینا کہ ہم نے زکوۃ دیدی بس اللہ قبول کرلے گا، بلکہ جو احکامات شریعت میں موجود ہیں ان پر عمل فی نفسہ مشکل نہیں

---

(۱) سنن ابی داؤد، حدیث: ۳۶۴۰، سنن ترمذی، حدیث: ۲۶۸۷

(۲) سورۃ الحج: ۷۸

(۳) سورۃ الاعراف: ۱۵۷

(۴) سورۃ البقرۃ: ۱۸۵

(۵) صحيح البخاري، حدیث: ۳۹

ہے، چنانچہ:

☆ بنی اسرائیل پر زکاۃ کی شرح مال کا ایک چوتھائی حصہ تھی جب کہ اس امت سے صرف ڈھائی فیصد کا مطالبہ ہے۔

☆ حج فرض ہوجانے کے باوجود دنیوی بہانے بناتے ہوئے ٹال مٹول کیا جائے اور دین میں آسانی کو بہانہ بنایا جائے، دِین میں آسانی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عِبادت ہم پر فَرض فرمائی لیکن اپنی رحمت سے ہم پر تنگی نہیں کی بلکہ آسانی فرماتے ہوئے مُتَبادِل بھی عطا فرمادیئے۔

☆ ایک مہینہ روزہ کا حکم فرمایا تو گیارہ مہینے دن میں کھانے کی اِجازت دیدی۔

☆ گنتی کے چند جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا تو ہزاروں جانوروں، پرندوں کا گوشت حلال فرما دیا۔ کاروبار کے چند ایک طریقوں سے منع کیا تو ہزاروں طریقوں کی اِجازت بھی عطا فرمادی۔

☆ مَرد کو ریشمی کپڑے سے منع کیا تو بیسیوں قسم کے کپڑے پہننے کی اِجازت دیدی۔ اَلغرض یوں غور کریں تو آیت کا معنیٰ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ ہم پر تنگی نہیں چاہتا۔(۱)

☆ شریعتِ موسویؑ میں تمام احکامِ الٰہیہ ایک ساتھ نازل ہوئے جبکہ شریعتِ محمدی میں تدریجاً حسبِ موقع نازل ہوئے۔

☆ ایک نیک کام پر دس نیکیوں کے بجائے ایک ہی نیکی ملتی تھی۔(۲)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، ان پر سختی نہ کرو، لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور (انہیں دین سے) متنفر نہ کرو۔ **یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا** (۳)

---

(۱) صراط الجنان:۱/۲۹۵ (۲) نورالانوار:۱۷۵

(۳) صحیح مسلم، كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَر، بَاب فِي الْأَمْرِ بِالتَّيْسِيرِ وَتَرْكِ التَّنْفِيرِ، حدیث:۳۲۶۹

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تمہیں تنگی پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

”دَعُوہُ وَھَرِیْقُوْا عَلَی بَوْلِهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِيْنَ“(۱)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین کے کاموں میں شدت اختیار کرے گا دین اس پر غالب آ جائے گا، لہٰذا تم درست کام کرو اور دین کے قریب رہو اور ثواب کی خوش خبری دو اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔

”إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ“(۲)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔

”مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ“(۳)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، حدیث: ۲۲۰

(۳) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، حدیث: ۳۹

(۳) صحیح بخاری، حدیث: ۳۵۶۰، صحیح مسلم، حدیث: ۲۳۲۷

☆ حضرت مِحْجَنْ بن ادرع سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے آسانی کو پسند اور تنگی کو ناپسند فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ بیان فرمایا:

**”عَن مِحْجَنِ بْنِ الْأَدْرَعِ السُّلَمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ اللهَ رَضِيَ لِهَذِهِ الأُمَّةِ الْيُسرَ وَ كَرِهَ لَهَا الْعُسرَ قَالَهَا ثَلَاثًا“ (۱)**

بہت سے مختصر سورتیں اور اذکار ایسے ہیں جن پر کئی گنا اجر کا وعدہ ہے جیسے سورۂ اخلاص، سورہ تکاثر، سبحان اللہ، الحمدللہ، استغفار، کلمۂ طیبہ، درود شریف وغیرہ

۱۔ پچھلی امتوں میں خدا کو پانے اعلی درجہ کا راستہ رہبانیت تھا، جبکہ اس امت میں رہبانیت کی اجازت نہیں ہے، گوشہ نشینی اور رہبانیت اختیار کرنا، جس کا حاصل نکاح اور جائز لذتوں اور لوگوں سے اختلاط کا چھوڑنا ہے، اس کو موجب اجر وثواب سمجھ کر اختیار کرنا اسلام میں جائز نہیں۔ **”لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ“** میں اسی کی نفی کی گئی ہے۔ (۲)

اسلام میں رہبانیت مطلوب ہی نہیں ہے؛ بلکہ تقوی مطلوب ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ، غیبت، بہتان، چوری، زنا اور تمام صغائر وکبائر سے بچے، پھر ان تمام قبائح کو ترک کرنے کے لئے، اور اوصاف حمیدہ حاصل کرنے کے لئے اگر وقتی طور پر بعض مباحات مثلاً لوگوں سے اختلاط وغیرہ کو بطور علاج ترک کردے، اور اس ترک کی پابندی اس وقت تک کرے جب تک یہ رذائل دور نہ ہوجائیں، اور نفس پر کنٹرول نہ ہوجائے تو اس کی اجازت ہے۔ (۳)

---

(۱) **المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۷۰۷، مجمع الزوائد: ۱۵/۴، اس روایت کی سند صحیح ہے۔**

(۲) علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ: یہ حدیث مجھے ان لفظوں سے نہیں ملی، البتہ ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے: **”لَا صَرُوْرَةَ فِي الإِسْلَامِ“ فتح الباری: ۱۱۱/۹، دارالمعرفۃ بیروت۔**

(۳) معارف القرآن: ۳۲۲/۸، نعیمیہ دیوبند

۲۔ بنی اسرائیل کے لئے حکم تھا کہ کپڑے پرنجاست لگ جائے تو پاکی حاصل کرنے کے لئے اس حصہ کو کاٹ دیا جائے، جبکہ اس امت میں پاکی حاصل کرنے کے لئے پانی استعمال کرلے تو کپڑا پاک ہوجاتا ہے۔

”أنَّ أبا مُوسى الأشْعَريَّ رَضيَ اللهُ عنه كانَ يُشدِّدُ في الاحتِرازِ مِن البَولِ، حتَّى قيل: إنَّه كانَ يَبولُ في قَارورةٍ؛ خَوفًا مِن أنْ يُصيبَه شَيءٌ مِنه، ويقولُ: إنَّ بَني إسْرائيلَ كان شَأنُهم إذا أصابَ البَولُ ثَوبَ أحدِهم قَرَضَه، أي: قَطَعَ الموضعَ الذي أصابَه البَولُ مِن ثِيابِه، فقالَ حُذَيفةُ بنُ اليَمانِ رَضيَ اللهُ عنه: لَيتَ أبا مُوسى الأشعرِيَّ أمْسَكَ نفْسَه عن هذا التَّشدِيدِ؛ فإنَّه خِلافُ السُّنَّةِ؛ فقَد أتَى صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ سُباطةَ قَومٍ، وهي: المَزبلةُ، فبالَ قائِمًا، ولا شَّك في كَونِ القائمِ مُعرَّضًا للرَّشاشِ، فلم يَتكلَّفِ البَولَ في القارورةِ أو ما شابَهَها“(۱)

۳۔ نماز میں آسانی ہے: چنانچہ بالغ ہونے سے پہلے نماز فرض نہیں کہ حرج لازم آئے گا، سفر میں چار رکعت والی نماز میں قصر ہے چونکہ سفر میں چار پڑھنے میں حرج ہوگا، بیمار پر بحالت عذر قیام ساقط ہے کہ مریض پر قیام مشکل ہے، جوں جوں مرض بڑھے تخفیف بھی بڑھتی جائے گی، کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ لیٹ کر اِشارے سے پڑھنے کی اِجازت دیدی۔

۴۔ روزہ میں آسانی: شریعت میں مریض اور مسافر کے لئے روزے تاخیر کی گنجائش ہے چونکہ سفر اور مرض کی وجہ سے روزہ میں حرج لازم آتا ہے، شیخ فانی کے لئے فدیہ کی اِجازت دیدی، عورت پر حیض ونفاس کی حالت میں روزہ ترک کرنے

---

(۱) موسوعةالدرر السنية

کا حکم ہے۔ چونکہ ان حالات میں عورت کمزور ہوتی ہے روزہ سے مزید کمزوری سے حرج ہوگا۔

حضرت سیدنا صرمہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہا محنتی شخص تھے ایک دن بحالت روزہ اپنی زمین پر دن بھر کام کر کے شام کو گھر آئے، اپنی زوجہ سے کھانا طلب کیا، وہ پکانے میں مصروف ہوئیں، آپ رضی اللہ عنہا تھکے ہوئے تھے فوراً آنکھ لگ گئی، کھانا تیار کر کے جب آپ رضی اللہ عنہا کو جگایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا، کیوں کہ ان دنوں (غروب آفتاب کے بعد) سوجانے والے کے لئے کھانا پینا ممنوع ہوجاتا تھا، چنانچہ کھائے پیئے بغیر آپ رضی اللہ عنہا نے دوسرے دن بھی روزہ رکھ لیا، آپ رضی اللہ عنہا کمزوری کے سبب بے ہوش ہو گئے تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

> اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○(۲)

جس سے دو باتوں کا پتہ چلا:

۱) رات میں محض سو جانے سے روزہ شروع نہیں ہوگا بلکہ صبح صادق سے شروع ہوگا

---

(۱) تفسير الخازن: ۱/۱۲۶

(۲) سورة البقرة: ۱۸۷

جبکہ پہلی امتوں میں محض سوجانے سے روزہ شروع ہوجاتا تھا۔

۲) رمضان کی راتوں میں کھانا پینا، عورت سے مباشرت کرنا درست ہے۔

اہل کتاب میں روزہ میں سحری کا تصور نہیں تھا، رات سونے کے بعد سے روزہ شروع ہوجاتا، سحر کے لئے اٹھنا سحر کی برکات حاصل کرنا عبادت نہیں تھا، اس امت پر سحری کو برکت اور اہل اسلام اور اہل کتاب میں فرق کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ **"فصل مابین صیامنا و صیام اهل الکتاب اکلة السحر"** (۱) اس طرح راتوں کو کھانے کی اِجازت دے کر سحری وافطاری کے کھانے پر ثواب کا وعدہ فرمایا۔

۵۔ زکوۃ میں آسانی: زکوۃ واجب ہونے کر لئے نصاب مقرر کیا گیا اور سال گذرنے کی شرط لگائی گئی، اور زکوۃ کی مقدار ڈھائی فیصد متعین کی گئی، اور مال کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط لگائی گئی، اگر ان امور کا لحاظ نہ رکھا گیا ہوتا روزانہ جتنا بھی کمایا جائے اس پر زکوۃ فرض کردی جاتی تو دوسرے دن خود دینے والا لینے کے لئے نظر آئیگا، اور سال گذرنے کے بعد فوری ادا کرنے کو ضروری قرار نہیں دیا حسب سہولت ادا کرتے رہنے کی اجازت ہے، قرض لئے ہوئے مال پر سے زکوۃ ساقط کردی گئی، قرض دئے ہوئے مال کی زکوۃ فوری نکالنا ضروری نہیں ہے، اور مال زکوۃ اپنے رشتہ داروں کو دینا افضل کہا گیا، پچھلی شریعتوں میں زکوٰۃ میں مال کا چوتھا حصّہ دینا فرض تھا، مالِ زکوٰۃ کو آسمان سے اُترنے والی آگ جلادیتی تھی۔

۶۔ حج میں آسانی: یہ رکھی گئی کہ پوری زندگی میں ایک ہی بار فرض قرار دیا گیا، اور زاد وراحلہ کی شرط لگائی گئی، اگر ہر سال فرض کردیا جاتا یا زادوراحلہ کے بغیر بھی فرض کردیا جاتا تو حرج لازم آتا۔

۷۔ توبہ میں آسانی: انسان آخر انسان ہے فرشتہ نہیں ہے، جانے انجانے میں گناہ

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۱۰۹۶

ہوجاتے ہیں ، اللہ رب العزت نے اس کے لئے معافی کا دروازہ کھلا رکھا مگر معافی کے راستہ میں کسی طرح کی تنگی جیسے بنی اسرائیل پر تھی نہیں رکھی گئی، بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت کی تو ان کی توبہ طریقہ یہ تھا کہ جو شخص رشتہ میں جس سے زیادہ قریب ہے وہ اپنے عزیز کو قتل کرے، باپ بیٹے، بیوی شوہر کو وغیرہ، اس طرح تورات کی روایت سے تین ہزار آدمی قتل کئے گئے، یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بقیہ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی تو اللہ نے دعا قبول فرما کر قاتل ومقتول دنوں کو بخش دیا۔

> وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○(۱)

لیکن توبہ کا یہ طریقہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ کا نہیں تھا ، روایات سے بنی اسرائیل کے گنہگاروں کی مغفرت کے واقعات مروی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ توبہ میں ہروقت سختی نہیں برتی گئی ، جس طرح اس امت پر توبہ کے سلسلہ میں ہروقت آسانی کا معاملہ کیا گیا ، بڑے بڑے گناہ ندامت کے دوبول پر معاف کردئے گئے ، کبھی بھی بڑے گناہ پر بھی قتل کا حکم نہیں دیا گیا۔

۸۔ قصاص میں آسانی: پچھلی شریعتوں میں حکم یہ تھا کہ اگر کوئی کسی کو عمداً قتل کردے تو دو ہی صورتیں تھی ، یا تو قصاص میں قتل کیا جائے گا یا معاف کردیا جائے گا ، اس کے علاوہ درمیانی صورت دیت کی متصور نہیں تھی۔

> يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ

---

(۱) سورۃالبقرہ:۵۴

شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ
تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○(۱)

اس امت کے لئے تیسری صورت دیت کی بھی مشروع کی گئی جس میں قاتل بھی زندہ رہے اور مقتول کے دنیا سے چلے جانے کی وجہ سے مقتول کے ورا ثین کو گذارے کے لئے معقول نظم ہو سکے، حاصل یہ کہ دین میں آسانی ضرور ہے مگر دین میں من مانی نہیں ہے۔

### قبول اسلام میں جبر نہیں کیا جائے گا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ’’لَاۤ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ‘‘ کہ دین میں جبر نہیں، بعض مفسرین نے نفی کو نہی کی معنی میں بیان کیا ہے کہ دین کے معاملے میں جبر نہ کرو، تقریباً تمام مفسرین نے یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ ’’دین میں داخل ہونے کے واسطے کسی کے اوپر زبردستی نہیں‘‘، کسی کو مجبور کر کے اسے اسلام میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

☆ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جبر اور اکراہ جائز نہیں اس لیے کہ دنیا دارالامتحان ہے اگر جبر ہو تو امتحان کا معنیٰ ہی ختم ہو جاتا ہے، اس کی نظیر اللہ پاک کا دوسرا ارشاد بھی ہے۔ ’’جو شخص چاہے ایمان لے آئے جو شخص چاہے کفر اختیار کرے‘‘(۲)

☆ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جبر اور اکراہ کا تصور ہی ناممکن ہے کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے، کہ دل سے ایمان کو قبول کرے، اور دل پر تو جبر و اکراہ ہو ہی نہیں سکتا، دوسری بات کہ جبر کرنے سے منع ہے کیونکہ دنیا میں مقصد امتحان ہے اگر جبر کیا جائے تو امتحان کا معنیٰ ختم ہو جاتا ہے۔(۲)

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۷۸ (۲) تفسیر کبیر، سورۃ الکھف:۱۳/۷

(۲) تفسیر مظہری:۳۶۲/۱

☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دین اسلام کے قبول کرنے میں زبردستی کا فی نفسہ کوئی موقع نہیں، کیونکہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک عیسائی غلام تھا آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے انکار کر دیا تو آپ نے قرآن مجید کا حوالہ دیا کہ دین میں جبر نہیں ہے اور اس سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عیسائی غلام کو آزاد کر دیا۔ (۱)

خلاصہ یہ کہ ہر شخص کو اختیار حاصل ہے کہ دین اسلام کو قبول کرے یا نہ کرے البتہ تبلیغ کرنے اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا معاملہ بھی اپنی جگہ پر اہم ہے، لیکن جبر واکراہ وہاں بھی نہیں ہے۔

## قبول اسلام میں جبر نہیں تو جہاد وسزا کیوں؟

اگر دین اسلام میں جبر نہیں ہے، ہر کسی کو اختیار حاصل ہے تو جہاد کا حکم کیوں ہے؟ اسلام کے احکام اور شرعی حدود، مرتد کی سزا، قتل کی سزا، چوری کی سزا، زنا کی سزا وغیرہ کیوں ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد اور قتال کی تعلیم قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے۔ ”ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کے جان ومال وآبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے“ بلکہ ایسے فساد کو دور کرنے کے لیے ہے جس فساد کو برپا کرنے کے لیے کفار منصوبے گھڑتے رہتے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”یہ لوگ زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔“ ”وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ“ (۲) اور ہر نظر آنے والے کافر کو قتل کرنے کا

---

(۱) عمر بن الخطاب ابن جوزی

(۲) سورۃ المائدہ: ۶۴

حکم نہیں دیا گیا بلکہ جو کافر مسلمان کو قتل کرنے کے در پہ ہے اس ہے اسے قتل کرنے کا حکم ہے، اور جو انسانیت سے جینا چاہئے اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، اور یہ بات عین عقل کے موافق ہے ورنہ ’’جو ہمیں قتل کرنے کے در پہ ہو اسے کچھ نہ کہو قتل کرنے دو‘‘ کی بات کہی جائے تو فساد ہوگا اور قتل خون سے دنیا آباد رہے گی، اور ایسے موقع پر اہنسا (عدم تشدّد) کے قائل مذاہب بھی اہنسا پر اتر آئیں گے، موذی جانوروں سانپ بچھو کو ڈسنے کے بعد قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح ڈسنے سے پہلے جب وہ ڈسنے کے در پہ ہو بھی قتل کرنا عین عقل اور دانائی ہے۔

## تعزیرات اسلامیہ کی حقیقت

رہی بات تعزیرات اسلامیہ کی تو جس طرح انسان ایمان اور کفر کے قبول کرنے میں خود مختار ہے مجبور نہیں اسی طرح تمام اعمال خیر اور اعمال شر کے کرنے اور نہ کرنے میں بھی اس کو خود مختار ہے مجبور نہیں، اور اچھے کام پر جزا دینا جب معقول ہے تو برے کام پر سزا دینا بھی معقول ہے، جزا (انعام) اکراہ نہیں تو سزا بھی اکراہ نہیں کیونکہ دونوں کام انسان کے اختیار سے ہوتے ہیں، چور کا ہاتھ کاٹا جانا اور زانی محصن کا سنگسار کیا جانا اور خون ناحق کا قصاص لیا جانا، یہ تمام تر اس کے افعال اختیاریہ کی سزا ہے اکراہ نہیں، اس شخص نے اپنے اختیار سے چوری اور زنا وغیرہ کا ارتکاب کیا، اس لیے یہ سزا بھگتنی پڑی، علاوہ ازیں اگر اس طرح کے جرم پر سزا نہ رکھی جائے تو دنیا میں فساد برپا ہو جائے گا، اگر کسی شخص نے کسی کی بہن سے جبراً زنا کیا اور بھائی کو معلوم ہوا تو اس بھائی سے پوچھا جائے کہ تم زانی کو کیا سزا دینا چاہو گے؟ کسی نے اپنے باپ کو قتل کر دیا مقتول کے بیٹے سے پوچھا جائے تم قاتل کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہو گے؟ تو یہی جواب ملے گا کہ ’’میں اس کی بوٹی بوٹی کر دوں گا‘‘ پتہ چلا قتل کا بدلہ قتل فطری قانون ہے، جبکہ اسلام بوٹی بوٹی کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے۔

اسلام میں سزائیں جرم کے عین مطابق ہیں جرم جلدی ثابت نہیں ہوتا، ثابت

ہوجانے کے بعد مجرم سے رحم دلی پسند نہیں ہے، مجرم سے رحم دلی کر کے اُسے چھوڑ نا مزید لوغوں کی جان اور آئندہ کی تباہی کا دروازہ کھولنا ہے۔

## اس امت کا دین کامل ہے

پچھلی تمام امتوں کا دین ناقص تھا اس امت کا دین دین کامل ہے، اس میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ ہی اضافہ کی، ہر زمانہ میں تا قیام قیامت یہی دستور چلے گا۔

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ
وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ (۱)

حسب موقع بندوں کی اصلاح کے لئے انبیاء آتے پہلی شریعت میں کچھ ترمیم کی جاتی رہی چونکہ اس زمانہ کے اعتبار سے وہ حکم موزوں نہ تھا، مگر جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا تو پتہ چلا کہ اب کوئی حکم بدلے جانے کے قابل نہیں ہے، ہر زمانہ کے لئے یہی شریعت نافذہ ہوگی، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ہر وہ چیز جو جنت سے قریب کرے اور جہنم سے دور کرے وہ تمہارے سامنے بیان کردی گئی۔ ”**مابقی شیء یقرب من الجنة ویباعد من النار وقد بین لکم**“(۲) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور گزشتہ انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نے ایک بہت خوبصورت مکان بنایا اور اسے خوب آراستہ کیا، لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ آ کر اس مکان کو دیکھنے لگے اور اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولے: یہاں اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں یعنی میرے بعد بابِ نبوت بند ہوگیا ہے۔

**”إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ**

---

(۱) سورۃ المائدۃ:۳

(۲) معجم الکبیر للطبرانی:۱۵۶/۲، مجمع الزوائد:۲۵۶/۸

يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ : هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ
قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ"(۱)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''میرا، آپ کا اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک طرف گزشتہ تمام انبیا کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں، تو دوسری طرف آئندہ قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعہ حق تعالی شانہ کی پسند و ناپسند معلوم ہو سکتی ہے، اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی کی طرف سے پسند و ناپسند کا جو آئین دیا اسی کا نام دین و شریعت ہے۔ جس کی تکمیل کا اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تین مہینے پہلے میدان عرفات میں کر دیا گیا اب نہ اس دین میں کمی ہو سکتی ہے اور نہ کسی اضافے کی گنجائش ہے۔''(۲) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعے پر دریافت کیا: ''تم سے میرے متعلق پوچھا جانے والا ہے تو تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہ نے کہا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔''(۳)

عمر بن خطاب سے حدیث مروی ہے ایک یہودی نے عمر بن خطاب سے کہا اے امیر المومنین آپ ایک آیت قرآن مجید میں پڑھتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خَاتَم النبيين صلى الله عليه وآله وسلم، حدیث: ۳۳۴۲، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه صلى الله عليه وآله وسلم خاتم النبيين، حدیث: ۲۲۸۶

(۲) اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۹۰

(۳) الرحیق المختوم: ۷۳۳

نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے، عمر رضی اللہ عنہ پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ؕ (۱)

’’ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا‘‘۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں اس دن اور جگہ کا بھی علم ہے، جب یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ جمعہ کا دن تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ میں تھے۔

’’فقال عمر: إني لأعرف في أي يوم أنزلت: {اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ} [المائدة: 3] يوم جمعة، يوم عرفة، وهما لنا عيدان‘‘(۲)

## عمل کم ثواب زیادہ

اس امت کی عمر کم ہے جس کی وجہ سے اعمال کم ہوں گے مگر ثواب زیادہ دیا جائے گا، چنانچہ اس امت کو لیلۃ القدر دی گئی جو ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے، یوم عرفہ کا روزہ دیا گیا جو دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوگا، حرم مکی کی نمازوں کو ایک لاکھ نمازوں کے برابر قرار دیا گیا، حرم مدنی کی نمازوں کو ثواب میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا گیا، پانچ نمازیں فرض کی گئی مگر ثواب پچاس کا دئے جانے کا وعدہ کیا گیا، رمضان کے روزوں اور شوال کے روزوں کے ثواب کو سال بھر روزوں کے ثواب کے

---

(۱) سورة المائدة:۳

(۲) لم يرو هذا الحديث عن إسحاق بن قبيصة إلا عبادة بن نسي، ولا عن عبادة إلا رجاء. تفرد به: زيد بن الحباب، المعجم الأوسط للطبرانی:۱/ ۲۵۳

برابر قرار دیا گیا، (معلوم ہنا چاہیے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں) ایک نیکی کرنے پر دس نیکیوں سے سات سو تک کی خوشخبری سنائی گئی، جماعت کی نماز کو ستائیس گنا افضل قرار دیا گیا، عاشوراء کے روزے سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور ہر مہینے کے تین روزے (۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵) پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں اور مسجد اقصی میں ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اگر کوئی شخص عشاء کی نماز باجماعت پڑھتا ہے تو اس کا ثواب آدھی رات کے قیام کے برابر ہے اور اگر اس کے ساتھ فجر بھی باجماعت ادا کرتا ہے تا اس کی فضیلت پوری رات کے قیام کی طرح ہے۔ اور جو قرآن کا ایک حرف پڑھتا ہے اسے ہر حرف پر دس نیکی ملتی ہے، امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا میں وقت بہت کم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پچھلی امتوں کے مقابلے میں تمہاری دنیاوی زندگی عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کی طرح (بہت کم) ہے۔

**"إنما بقاؤُكم فيما سَلَفَ قبلَكم من الأُمم كما بين صلاة العصر إلى غروب الشمس"**(۱)

اس امت کے افراد کی زندگی ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہے لیکن بہت بابرکت ہے جس کی مثال نبی علیہ السلام نے بارش سے دی ہے اور فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، یعنی بارش کا پانی ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور اس سے فصلیں مکمل طور پر تر وتازہ ہوجاتی ہیں اور یہ بابرکت پانی ہے۔ **"مثَلُ أمتي مثَلُ المطَر"**(۲)

ایک حدیث میں ہے: جس کسی نے میری امت کے کسی بھی فرد کی (دینی، دنیوی اور چھوٹی بڑی) حاجت دل خوش کرنے کے لیے پوری کردی، اس نے مجھے خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا تو اللہ تعالیٰ اس (مومن) کو جنت میں داخل فرمادے گا۔

---

(۱) صحیح بخاری، باب مواقیت الصلوۃ، حدیث: ۵۳۲

(۲) سنن ترمذی، کتاب الامثال، حدیث: ۲۸۶۹

”مَنْ قَضىٰ لِأَحَدٍ مِنْ أُمَّتِيْ حَاجَةً، يُرِيْدُ أَنْ يَسُرَّ بِهَا، فَقَدْ سَرَّنِيْ، وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ، وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ“۔ (۱)

اس امت کی اور دیگر امتوں کی مثال ایسی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: دوسری امتوں کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصہ حیات اتنا ہے جتنا کہ (سارے دن کے مقابلہ میں) نماز عصر کے بعد سے غروب افتاب تک کا درمیانی وقت، علاوہ ازیں (اللہ رب العزت کے ساتھ) تمہارا معاملہ اور یہود و نصاریٰ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کے لئے کچھ مزدوروں کو طلب کرے اور ان سے کہے کہ کوئی ہے جو دوپہر تک میرا کام کرے اور میں (اتنے عرصہ کام کرنے کی اجرت کے طور پر) ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا۔ چنانچہ اس اجرت کو منظور کر کے) یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو دوپہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دونگا چنانچہ یہود کے بعد عیسی علیہ السلام کے ماننے والے لوگوں نے یعنی) انصاری نے دوپہر سے عصر کے وقت ایک ایک قیراط پر کام کیا، اور پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا (اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا) جان لو (اس مثال میں) تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کام کرنے والے ہیں، یاد رکھو تمہارا اجر دوگنا ہے اور اسی وجہ سے (کہ تمہارے کام کی مدت تو کم ہے لیکن مستحق دوگنے اجر کے قرار پائے ہو) یہود و نصاری بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ،کتاب الآداب ،باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، حدیث:۴۹۹۶

بڑھے ہوئے ہیں اجر وثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے یعنی میں نے تمہاری جو اجرت مقرر کی تھی اور تمہیں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا کیا اس میں کچھ کمی کی ہے، یہود ونصاری نے کہا! نہیں (ہمارے حق میں تو نے کچھ کم نہیں کیا ہے لیکن تیری طرف سے یہ تفاوت اور تفریق کیسی ہے؟) پروردگار نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ اجر دینا میرا فضل واحسان ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دوں یعنی میں فاعل مختار ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

**"إنما أجلكم في أجل من خلا من الأمم ما بين صلاة العصر إلى مغرب الشمس وإنما مثلكم ومثل اليهود والنصارى كرجل استعمل عمالا فقال: من يعمل إلى نصف النهار على قيراط قيراط فعملت اليهود إلى نصف النهار على قيراط قيراط ثم قال: من يعمل لي من نصف النهار إلى صلاة العصر على قيراط قيراط فعملت النصارى من نصف النهار إلى صلاة العصر على قيراط قيراط. ثم قال: من يعمل لي من صلاة العصر إلى مغرب الشمس على قيراطين قيراطين؟ ألا فأنتم الذين يعملون من صلاة العصر إلى مغرب الشمس ألا لكم الأجر مرتين فغضبت اليهود والنصارى فقالوا: نحن أكثر عملا وأقل عطاء قال الله تعالى: هل ظلمتكم من حقكم شيئا؟ قالوا: لا. قال الله تعالى: فإنه فضلي أعطيه من شئت (۱)**

## اجر کو بھی دُہرا کر دیا گیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، حديث: ۵۳۲

اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا۔

“ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَآمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ ” (۱)

مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ فرماتے ہیں اگرکوئی یوں کہے کہ مجھے کم کیوں کر دیا اور فلاں کو زیادہ کیوں دیا تو یہ آداب بندگی کے سراسر خلاف ہے بندہ کا کام یہ ہے کہ عمل کرے اور مولیٰ چل شانہ اس عمل پر اجر وثواب عنایت فرما دے تو یہ اس کا کرم ہے ورنہ اس پر کسی کو کوئی حق واجب نہیں ہے (کیوں کہ سب کچھ اسی کا ہے) مختار مطلق خالق کون ومکان پر بھلا کسے اعتراض کی مجال ہے اس کی شان تو ''**یفعل مایشاء**'' اور ''**لایسئل عمایفعل**'' ہے۔ (۲)

### اجتماعی طور پر شرک نہیں رہا اور شہوت پرستی کا ڈر

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امت اجتماعی طور پر شرک میں مبتلی نہیں ہوگی البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ریا کاری اور شہوت پرستی اور دنیا طلبی میں پڑ جانے کا اندیشہ گئی احادیث میں ظاہر کیا گیا۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء احد کے مزارات پر آٹھ سال کے بعد دوبارہ نماز پڑھائی (یا تو دعا کی تھی یا ان کی خصوصیت ہونے کی وجہ سے ان کے لیے جائز تھا) گویا زندوں اور مردوں کو رخصت کر رہے ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم سے پہلے رخصت ہونے والا ہو، میں تمہارے اوپر گواہ ہوں، ہماری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے مین اس جگہ سے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد (اجتماعی) شرک میں مبتلاء ہو جاؤ گے، بلکہ تمہارے متعلق دنیاداری اور اس کی محبت میں پڑ جانے کا ڈر ہے۔ ''وانی لست

---

(۱) سورۃ الحدید: ۸۲

(۲) فضائل امت محمدیہ، ص: ۳۹

**اخشی علیکم ان تشرکوا ولکن اخشیٰ علیکم الدنیا ان تنافسوھا**“ حضرت عقبہ فرماتے ہیں یہ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری دیدار تھا (۱)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر ناگواری کا اثر دیکھا تو دریافت فرمایا، جواباً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو امور کا مجھے اپنی امت کے متعلق خطرہ ہے شرک اور شہوت خفی، وہ چاند سورج اور بتوں کی پوجا نہیں کریں گے لیکن اپنے اپنے اعمال کا دکھلاوا کرین گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ شرک ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا شہوت خفی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان روزہ کی حالت میں صبح کرے گا کسی شہوت کو پورا کرنے کے لیے روزہ توڑ دے گا۔ (۲)

## بھول چوک معاف ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بلا شبہ اللہ رب العزت نے معاف کر دیا میری امت سے خطا اور نسیان، اور وہ گناہ جس میں زبردستی مبتلا کیا گیا ہو۔

**”إِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِیْ اَلْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِھُوْا عَلَیْہِ“** (۳)

جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کی جانب منسوب ہر چیز محبوب ہو جاتی ہے، اللہ جل جلالہ کو اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد محبت ہے، جس کا اثر یہ

---

(۱) بخاری کتاب المغازی، باب غزوۂ احد: ۳۸۱۶

(۲) طبرانی معجم اوسط، رقم: ۴۲۱۳۔ بیہقی نے شعب الایمان، باب فی الاخلاص العمل، رقم: ۶۸۳۰، اسی طرح کی روایت مسند احمد، رقم: ۱۷۱۶۱، مستدرک حاکم کتاب الرقاق: ۷۹۴۰ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

(۳) صحیح مسلم، حدیث: ۱۲۷، صحیح بخاري، کتاب العتق، باب الخطأ والنسیان في العتاقة والطلاق ونحوہ، ولا عتاقة إلا لوجه الله، حدیث: ۲۵۲۸

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جس امت کی نسبت ہوگئی وہ امت بھی اللہ تعالیٰ کی پیاری ہوگئی، اس کے ساتھ خصوصی نوازشات وعنایات اور انعامات کا معاملہ کیا گیا۔

جس کی مثال ارشاد ہے: ”إِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِيْ اَلْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ“ بے شک اللہ پاک نے میری وجہ سے میری امت کی یہ رعایت فرمائی کہ جو گناہ بھول چوک سے ہو جائے وہ معاف ہے، یہ خصوصیت امت کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے نصیب ہوئی، جیسا کہ بعض روایات میں ”تَجَاوَزَ“ کے بعد ”لِيْ“ کا اضافہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ”إِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ، أَيْ: عَفَا، وَزَادَ فِي الْجَامِعِ ”لِيْ“، أَيْ: لِأَجْلِيْ“۔(۱)

امم سابقہ میں جب کوئی شخص گناہ کرتا تو ان کے لیے اس طرح کی رعایت نہ تھی، بلکہ ہوتا یہ تھا کہ دن میں کیا ہوا گناہ شام کو اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا، کہ آج اس نے فلاں فلاں گناہ کیا ہے، اور رات میں کیا ہوا گناہ صبح کو دروازے پر لکھا ہوا ہوتا کہ آج رات اس نے فلاں فلاں گناہ کیا ہے، مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اس امت کے گنہگاروں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوتا، یہ رعایت اسی امت کو ملی ہے۔(۲)

خطاء کی مثال: روزہ کی حالت میں کلی کرتے ہوئے بلا قصد وارادہ پانی حلق میں چلا گیا، اس سے روزہ تو ٹوٹ جائے گا، مگر کفارہ واجب نہ ہوگا، اور نہ گناہ ہوگا، البتہ قضا واجب ہوگی۔

نسیان کی مثال: جیسے کسی نے حالتِ صوم میں بھول کر خوب پیٹ بھر کر کھا پی لیا، تو اس سے نہ روزہ ٹوٹے گا، نہ گناہ ہوگا، لیکن یہ رعایت حقوق اللہ میں ہے، حقوق العباد میں ضروری ہے کہ نقصان اگرچہ خطأً ونسیانًا واقع ہوا ہو، مگر جانی ومالی نقصان کی تلافی، یا پھر صاحب حق سے معافی ضروری ہے، اور یہ بات عین عدل کے مطابق ہے۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح: ۱۱/۷۱۴

(۲) مومن کا ہتھیار: ۱۸۲

نوٹ: بھول اور خطاء صرف حقوق اللہ میں معاف ہے حقوق العباد خصوصا جو مال سے متعلق ہیں معاف نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی کسی کا مال غلطی سے لے لیا، بھولے سے کسی کی زمین یا گاڑی یا کوئی بھی اپنا سمجھ کر لے لیا تو معاف نہیں ہوگا، لوٹانا واجب ہوگا، چونکہ اس موقع پر بھول کا اعتبار کرنا خود بندہ کے حق میں نقصاندہ ہے کیونکہ جیسی بھول آج اس نے کی ہے کل کوئی اور اس سے بڑی بھول اس کے حق میں بھی کر سکتا ہے تو اس طرح فساد کی رادہ کھل جائے گی، مولانا عاشق الٰہیؒ فرماتے ہین اسی طرح یہ بھی سمجھ لو کہ فقر سے مرعوب ہونے کا نام زبردستی نہیں ہے جیسا کہ لوگ شادی میں عورتوں کے کہنے سے غیر اسلامی رسمیں کر کہتے ہیں کہ عورتوں نے مجبور کیا اس لیے کرنا پڑا یا لڑکی والے نے مجبور کیا تو باجہ لانا پڑا اس کو زبردستی سمجھ کر کے یوں سمجھنا کہ گناہ نہیں ہوگا سراسر غلط ہے۔

### جس گناہ پر مجبور کیا گیا ہو وہ گناہ معاف

اسی طرح وہ گناہ جو زبردستی کسی امتی سے کرائے جائیں، مثلاً کسی کو خدانخواستہ کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے، اور نہ کہنے پر قتل یا ضربِ شدید کی دھمکی دی جائے، ایسی مجبوری میں کسی نے اُس گناہ کا ارتکاب کر لیا تو اس پر بھی کوئی پکڑ نہ ہوگی۔ ''وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ'' یعنی جس گناہ پر مجبور کیا گیا ہو وہ بھی معاف ہے، لہٰذا جان بچانے کی خاطر جب کلمۂ کفر یا کفر پر مجبور کیا گیا ہو، اور کفر کا جملہ کہہ دیا، یا کفر کا ارتکاب کر لیا تو رخصت ہے، گناہ نہیں ہوگا، بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو، دشمنوں نے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اور آپ کے والدین کو گرفتار کر لیا، سب سے پہلے تو دشمنوں نے آپ کے سامنے آپ کے والدین کو سخت سے سخت تکلیف دے کر شہید کر دیا، اس کے بعد آپ کو پکڑا اور ناقابل برداشت اذیتیں دیتے ہوئے کہا کہ ''جب تک تم محمد کو برا اور ہمارے معبودوں کو بھلا نہ کہو گے ہم تمہیں ہرگز نہیں چھوڑنے والے، آپ مجبور ہو گئے اور وہ سب کچھ کہنا پڑا جو دشمن چاہتے تھے، جس کی وجہ سے دشمنوں نے ان کو چھوڑ دیا، آپ سیدھے دربار رسالت میں

حاضر ہوئے اور روتے ہوئے پورا قصہ بیان کر دیا کہ "**مَا تَرَكْتُ حَتّٰى نِلْتُ مِنْكَ، وَ ذَكَرْتُ اٰلِهَتَهُمْ بِخَيْرٍ**" (١)۔

حضور! مجھے اس وقت تک ظالموں نے نہ چھوڑا جب تک میں نے آپ کو نعوذ باللہ برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا: "**كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟**" اس وقت تمہارے دل کا کیا حال تھا؟ فرمایا: "وہ تو ایمان پر بالکل مطمئن تھا" الحمدللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تب تو کوئی حرج نہیں، جاؤ! معاف ہے" (کیوں کہ یہ "وَمَا سْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ" میں داخل تھا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "آیت کریمہ: **إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ**" (٢) اسی وقت نازل ہوئی۔" یعنی جن لوگوں کو کفر یا کلمۂ کفر پر مجبور کیا گیا، حالاں کہ ان کے دل ایمان پر مضبوط جمے ہوئے اور مطمئن ہیں تو ان کے لیے کوئی وعید نہیں۔

> **"أن هذه الآية نزلت في عمار بن ياسر حين عذبه المشركون حتى يكفر بمحمد - صلى الله عليه وآله وسلم - فوافقهم على ذلك مكرها وجاء معتذرا إلى النبي - صلى الله عليه وآله وسلم - فأنزل الله هذه الآية"** (٣)

یہ حکم امت کے لیے رخصت کا درجہ رکھتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی عارض کی بنا پر کوئی وقتی حکم دیا گیا، اس کی حیثیت مستقل حکم کی نہیں ہوتی لیکن عزیمت کا تقاضا یہ ہے کہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں، مگر کفر کا کوئی جملہ زبان پر نہ لائے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں رخصت پر عمل کرنے والوں کے ساتھ عزیمت پر عمل کرنے والوں کی مثال بھی ملتی ہے، سیدنا وسید المؤذنین حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ

---

(١) جمالین شرحِ جلالین: ۳/ ۴۷۵

(٢) النحل: ١٠٦

(٣) تفسیر ابن کثیر، سورۃ النحل، آیت: ١٠٦

دشمنانِ دین آپ کو بہت تکلیف دیتے تھے، آسمان سے آگ برساتی ہوئی، اور زمین سے شعلے اگلتی ہوئی گرمی میں عین دوپہر کے وقت ریت پر لٹا کر سینہ پر سخت وزنی پتھر رکھ دیا جاتا، اور کہا جاتا کہ ایمان چھوڑ دو تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے، جواب میں آپ صدائے ایمان: ''أحداً حدٌ'' بلند فرماتے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''اللہ کی قسم! اگر اِس سے بھی زیادہ کوئی چبھنے والا لفظ میرے علم میں اُس وقت ہوتا تو میں وہی کہتا۔'' **''واللہ لو أعلم کلمۃ هي أغیظ لکم منها لقلتها''**(۱)

## اس امت سے غلط خیالات معاف ہیں

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اس امت پر ایک یہ ہے کہ برے خیالات پر مواخذہ نہیں کرتا جب تک کہ برائی کا ارتکاب نہ کرلیں لیکن اگر خیالات اچھے ہوں، انہیں عملی جامہ نہ بھی پہنا سکیں تو بھی اللہ کی طرف سے اس پر نیکی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت سے اس وقت تک درگذر کردیا ہے جو اس کے دل میں (برا) خیال پیدا ہوتا ہے جب تک کہ اس پہ عمل نہ کرے یا بول نہ دے۔

**''إنَّ اللہَ تجاوزَ لي عن أُمَّتِي ما وسوستْ بِهِ صدورها، ما لم تعملْ أو تکلَّمْ''**(۲)

ایک دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ: جب میرا کوئی بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے اس کے خلاف اس وقت تک نہ لکھو جب تک کہ وہ اس سے سرزد نہ ہوجائے، اگر وہ اس برائی کا ارتکاب کرلے تو اسے ایک ہی (گناہ) لکھو اور اگر اس نے اسے میری خاطر چھوڑ دیا تو اس اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اور جب وہ نیکی کرنے

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، سورۂ نحل، آیت: ۱۰۶

(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۲۵۲۸

کا ارادہ کرے لیکن اسے نہ کر سکے تو اس کے حصے میں ایک نیکی لکھ دو، پھر اگر وہ وہ نیکی کرلے تو اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک لکھو۔

**”يقول اللهُ : إذا أراد عبدي أن يعمل سيئةً فلا تكتُبوها عليه حتى يعملَها ، فإن عملَها فاكتبوها بمثلِها ، وإن تركها من أجلي فاكتبوها له حسنةً ، وإذا أراد أن يعملَ حسنةً فلم يعملْها فاكتبوها له حسنةً ، فإن عملَها فاكتبوها له بعشرِ أمثالِها إلى سبعمائةِ ضِعفٍ“(۱)**

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بائیں طرف والا غلطی کرنے والے مسلمان سے چھ گھنٹے تک قلم اٹھائے رکھتا ہے تو اگر وہ اپنے کئے پر نادم ہو اور اللہ تعالی سے استغفار کرے اسے ختم کر دیتا ہے اگر نہ کرے تو ایک گناہ لکھتا ہے۔

**”إن صاحب الشمال ليرفع القلم ست ساعات عن العبد المسلم المخطئ، فإن ندم واستغفر الله منها ألقاها، وإلا كتبت واحدة“(۲)**

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ صحابہ تشریف لائے اور آپ سے پوچھا: ہم اپنے دلوں میں ایسی باتیں محسوس کرتے ہیں جنھیں ہم بیان کرنا بہت بڑا (گناہ یا غلط کام) سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم نے ایسا محسوس کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ صریح ایمان ہے۔

**”إنَّا نَجِدُ في أنفُسِنا ما يتعاظَمُ أحدُنا أن يتَكلَّمَ بِهِ . قالَ: وقَد وجدتُموهُ؟ قالوا: نعَم، قالَ: ذَاكَ صَريحُ الإيمانِ“(۳)**

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۷۵۰۱

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/۱۵۸

(۳) صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۲

معلوم ہوا کہ دل میں وسوسہ پیدا ہونے کی وجہ سے بے چین ہونا اور اس وسوسہ سے نفرت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

شیطانی وسوسے پالنا، وسوسے کو باقی رکھنا، اس سے لذت حاصل کرنا درست نہیں ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کریں اور بائیں جانب تین مرتبہ ہلکا سا تھوکیں چنانچہ عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرے اور میری نماز کے درمیان شیطان حائل ہوجاتا اور میری قرت کو مجھ پر خلط ملط کردیتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان ہے اسے خنزب کہتے ہیں جب آپ محسوس کریں تو اس سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کریں اور بائیں طرف تین دفعہ تھوکیں تو صحابی کہتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالی نے یہ وسوسے ختم کردئے۔

”أنَّ عثمانَ بن أبي العاصِ أتى النبيَّ صلى الله عليه وآله وسلم فقال: يا رسولَ اللهِ . إنَّ الشيطانَ قد حال بيني وبين صلاتي وقراءَتي . يُلَبِّسُها عليَّ . فقال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم " ذاك شيطانٌ يُقالُ له خَنزَبٌ . فإذا أحسستَه فتعوَّذْ بالله منه . واتفُل على يسارِك ثلاثًا " فقال: ففعلتُ ذلك فأذْهَبَه اللهُ عني“(١)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں کسی کے پاس شیطان آتا اور اسے کہتا ہے کہ تجھے کس نے پیدا کیا تو وہ جواب دیتا ہے اللہ تعالی نے تو شیطان کہتا ہے کہ اللہ تعالی کو کس نے پیدا کیا ہے تو جب تم میں سے کوئی اس طرح کی بات پائے تو یہ پڑھے ”آمنت باللہ ورسلہ“ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، اس سے وسوسہ ختم کردے گا۔

”إنَّ أحدَكم يأتيه الشيطانُ فيقول: من خلقَك؟ فيقولُ اللهُ، فيقول: فمن خلق اللهُ؟ فإذا وجد أحدُكم ذلك فلْيقْرأْ آمنتُ

---

(١) صحیح مسلم، حدیث: ٢٢٠٣

**باللهِ ورُسُلِه، فإنَّ ذلكَ يَذهَبُ عنه"(١)**

## جمعہ کا دن دیا گیا

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بے شمار خصوصیات سے نوازا جن میں ایک یوم جمعہ کا امت کے لیے خاص کرنا ہے جبکہ اس دن سے اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاری کو محروم رکھا، حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے والوں کو جمعہ کے دن سے محروم رکھا، یہود کے لیے ہفتہ کا دن اور نصاری کے لیے اتوار کا دن تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور جمعہ کے دن کی ہمیں ہدایت فرمائی اور جمعہ ہفتہ اور اتوار بنائے، اسی طرح یہ اقوام روز قیامت تک ہمارے تابع رہے گی، دنیا والوں میں ہم آخری ہیں اور قیامت کے دن اولین میں ہوں گے، اور تمام مخلوقات سے قبل اولین کا فیصلہ کیا جائے گا۔

> **"أضل اللهُ عن الجمعة مَن كان قبلنا، فكان لليهود يوم السبت، وكان للنصارى يوم الأحد، فجاء الله بنا فهدانا الله ليوم الجمعة، فجعل الجمعة والسبت والأحد، وكذلك هم تبع لنا يوم القيامة، نحن الآخرون من أهل الدنيا والأولون يوم القيامة، المقضي لهم قبل الخلائق"(٢)**

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: یہود جس قدر ہم پر ان چیزوں کے بارے میں حسد کرتے ہیں کسی اور چیز کے بارے میں نہیں کرتے کہ اللہ تعالی نے ہمیں جمعہ کے دن ہدایت بخشی جبکہ وہ لوگ اس سے محروم رہے۔ **"ان اليهود لا يحسدوننا على شيء كما يحسدوننا على يوم الجمعة"(٣)** ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ

---

(١) السلسلة الصحيحة، حدیث: ١١٦

(٢) صحيح مسلم، حدیث: ٨٥٦

(٣) مسند احمد: ١/ ١٣٤، سنن كبرى للبيهقي: ٢/ ٥٦

نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن سارے دنوں کا سردار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن سارے دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے، یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن سے بھی زیادہ مرتبہ والا ہے۔ اس دن کی پانچ باتیں خاص ہیں:

١) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔
٢) اِسی دن اُن کو زمین پر اتارا۔
٣) اِسی دن اُن کو وفات دی۔
٤) اِس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اس میں جو چیز بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتے ہیں؛ بشرطیکہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کرے۔

جہنم کی آگ روزانہ دہکائی جاتی ہے؛ مگر جمعہ کے دن اس کی عظمت اور خاص اہمیت وفضیلت کی وجہ سے جہنم کی آگ نہیں دہکائی جاتی۔(١)

## اس امت کا قبلہ کعبہ ہے

اللہ رب العزت سورہ آل عمران میں فرماتے ہیں: سب سے پہلا گھر (عبادت گاہ) جو لوگوں کے لیے تعمیر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے، اس گھر کو برکت دی گئی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا۔

"إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ"(٢)

یہود کا اعتراض تھا کہ بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس رہا ہے، لہٰذا یہ مقام کعبہ سے افضل ہے، مسلمانوں نے بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو اپنا قبلہ بنانا ملت ابراہیمی سے روگردانی ہے، اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ لوگوں کی عبادت کے لیے سب سے پہلے جو گھر تعمیر ہوا وہ بیت اللہ تھا، بیت اللہ ہی وہ گھر ہے جسے حضرت آدم

---

(١) زاد المعاد: ١/٣٧٨

(٢) سورۂ آل عمران: ٩٦

نے تعمیر کیا اور تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے، یکے بعد دیگر حضرت ابراہیم نے اللہ ہی کی عبادت کے لیے لوگوں کے مرجع کی حیثیت سے تعمیر کیا، اور بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے چار سو سال بعد تعمیر کیا تھا اور یہود کے لئے تورات میں بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ انکا قبلہ تا ''تابوت سکینہ'' تھا جو مقام صخرہ میں رکھا ہوا تھا، جب اللہ رب العزت ان کی شرارت پر اٹھالیا تو وہ لوگ صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے لگے، پتہ چلا کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا وحی سے نہیں تھا بلکہ اپنے اجتہاد سے تھا۔

> **''لم تجد اليهود في التوراة القبلة، ولكن تابوت السكينة كان على الصخرة، فلما غضب الله على بني إسرائيل رفعه، وكانت صلاتهم إلى الصخرة"، وبذلك لم يتخذ بنو إسرائيل بيت المقدس قبلة لهم بالوحي، وإنما كان باجتهاد منهم''** (۱)

چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کا قبلہ بیت اللہ ہی تھا جیسا کہ امام بغوی نے "**وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً**" کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔

> **''عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال: كانت الكعبة قبلة موسى ومن معه''** (۲)

اللہ تعالی نے تمام انبیاء اور بنی اسرائیل کا قبلہ بیت اللہ ہی مقرر فرمایا ہے مگر یہود اپنی شرارت کی وجہ سے گمراہ ہوگئے، اور اپنی مرضی سے بیت المقدس کو قبلہ بنالیا ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' امت مسلمہ پر اعتراض کرنے لگے کہ انہی بھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنی چاہئے، جبکہ اللہ کا حکم بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا ہے تو اس پر

---

(۱) الضوء المنير على التفسير، سورہ البقرہ: ۲۷۳

(۲) تفسير الثعلبى: ۵/۱۴۴، تفسير مظهرى: ۵/۵۰

حسد کرنے لگے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک یہودی آدمی نے اندر آنے کی اجازت چاہی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اجازت دے دی، اس نے آکر ''**السام علیک**'' کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ''**وعلیک**'' کہہ دیا میں نے کچھ بولنا چاہا لیکن رک گئی، تین مرتبہ وہ اسی طرح آیا اور یہی کہتا رہا، آخر کار میں نے کہہ دیا کہ اے بندروں اور خنزیروں کے بھائی! تم پر ہی موت اور اللہ کا غضب نازل ہو، کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس انداز میں آداب کرتے ہو، جس میں اللہ نے انہیں مخاطب نہیں کیا، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا رک جاؤ، اللہ تعالیٰ فحش کلامی اور بیہودہ گوئی کو پسند نہیں فرماتا، انہوں نے ایک بات کہی، ہم نے انہیں اس کا جواب دے دیا، اب ہمیں تو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی البتہ ان کے ساتھ قیامت تک لے لئے یہ چیز لازم ہو جائے گی، یہ لوگ ہماری کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا جمعہ کے دن پر حسد کرتے ہیں جس کی ہدایت اللہ نے ہمیں دی ہے، اور (کعبہ کو) ہمارا قبلہ بنائے جانے پر بھی ہم سے حسد کرتے ہیں اور یہ لوگ اس سے گمراہ رہے، اسی طرح یہ لوگ ہم سے امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔

> **" إِنَّهُمْ لَا يَحْسُدُونَا عَلَى شَيْءٍ كَمَا يَحْسُدُونَا عَلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا وَعَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا"** (۱)

> بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرنے کا باقاعدہ حکم امتِ محمدیہ کو دیا گیا، امت محمدیہ نے اسکو قبلہ تسلیم کیا اور دیگر آسمانی قومیں اپنی غلط اجتہاد کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔

## نماز میں صف بندی کی خصوصیت

نماز کی صف بندی امت کی خصوصیت ہے، صف بندی کی یہ نعمت دیگر قوموں کو

---

(۱) صحیح ابن خزیمه، حدیث: ۱۵۷۳، سنن ابن ماجه، حدیث: ۸۵٦

کو حاصل نہ تھی جس کی وجہ سے یہود اس امت پر اس نعمت کی وجہ سے بھی حسد کرنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: یہود حسد کرنے والی قوم ہے، وہ مسلمانوں پر تین چیزوں کی وجہ سے بہت زیادہ حسد کرتے ہیں (۱) سلام کے جواب پر (۲) صف درست کرنے پر (۳) فرض نمازوں میں امام کے پیچھے آمین کہنے پر۔

**”ان الیهود قوم حسد حسدوكم المسلمین علی ثلاثة رد السلام وإقامة الصف وعلی آمین“(۱)**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں لوگوں پر تین چیزوں کی وجہ سے فضیلت ملی: فرشتوں کی صفوں کی طرح ہمیں صفیں بنانے کا حکم ملا، اور پوری زمین ہمارے لئے مسجد بنادی گئی۔ اور اس کی مٹی کو ہمارے لئے پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا اگر پانی نہ ملے تو (مٹی سے تیمم کر لیتے ہیں)۔

**”فُضِلنا علی الناسِ بثلاثٍ: جُعِلَت صُفُوفُنا كصُفُوف الملائِكة، وجُعِلَت لنا الأَرضُ كلُّها مسجِدًا، وجُعِلَت تُربتُها لنا طهورًا إذا لم نجِد الماء“(۲)**

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں صف بندی کا بہت اہتمام فرماتے ہیں اور درستگی کی تاکید فرماتے تھے، سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفیں اتنی سیدھی کرتے رہے کہ گویا ان صفوں کے ذریعے تیروں کو سیدھا کرتے ہوں، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ہم یہ بات سمجھ گئے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور قریب تھا کہ نماز کے لیے تکبیر کہہ دیں، اچانک آپ کی نظر مبارک ایک ایسے شخص پر پڑی جو صف سے اپنے سینے کو باہر نکالے ہوئے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو درست کر لو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے

---

(۱) الکامل فی الضعفاء، ابن عدی: ۲۲۹/۴، الطبرانی الاوسط، حدیث: ۹۴۱۰

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، حدیث: ۵۲۲

چہروں میں اختلاف (دشمنی) ڈال دے گا۔

”كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتّٰى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ، حَتّٰى رَاٰى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا، فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ، فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ (۱)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف میں داخل ہوتے اور ایک جانب سے دوسری جانب تک جاتے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھوں سے درست کرتے اور فرماتے: ٹیڑھے نہ ہوا کرو، ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے پن کا شکار ہو جائیں گے۔

”كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَّاحِيَةٍ إِلٰى نَاحِيَةٍ، يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا، وَيَقُولُ: ”لَا تَخْتَلِفُوا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ“۔ (۲)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کر لو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں مخالفت (عداوت) ڈال دے گا۔ ”لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ“۔ (۳) علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس وعید کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ سخت وعید ہے اور وعید ہمیشہ کسی کبیرہ گناہ کے بارے میں ہوتی ہے۔ ”هٰذَا وَعِيدٌ شَدِيدٌ، وَالْوَعِيدُ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي كَبِيرَةٍ مِّنَ الْكَبَائِرِ“۔ (۴)

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۴۳۶

(۲) سنن أبي داود، حدیث: ۶۶۴؛ سنن النسائي، حدیث: ۸۱۲، سنن ابن ماجه، حدیث: ۹۹۷

(۳) صحیح البخاری: ۷۱۷، صحیح مسلم: ۴۳۶

(۴) المحلّٰی لابن حزم: ۲/ ۵۵، مسئلہ نمبر: ۴۱۵

## تمام روئے زمین جائے طہارت ونماز گاہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے پوری زمین کو میرے لیے پاک کرنے کا ذریعہ بنادیا۔ "وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا" پہلے نبیوں اور ان کی امت کے لیے تیمم کی اجازت نہیں تھی، گر غسل یا وضو کرنا ہو تو پانی ہی سے ممکن تھا، اس امت کو وضو کرنا ہے اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرلے، غسل کرنا ہے اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرلے، پچھلی امتوں کے لیے جو کام پانی سے لیا اس امت کے لیے وہی کام مٹی سے لیا ہے، اور آسانی کے لئے تیمم کے علاوہ موزوں پر مسح کی سہولت دی گئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاں کہیں بھی نماز کا ٹائم ہوجائے وہی جگہ اس کے لئے مسجد ہے اور وہیں اس کی طہارت (مٹی سے تیمم کرنا) ہے۔ "**فأيّما رجلٍ أدركتْه الصلاةُ فعنده مسجدُه وطَهورُه**" (۱)

اس امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ پوری زمین کو سجدہ گاہ بنادیا گیا ہے۔ "وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا" (۲)

پہلی امت کے لیے عبادت کے لیے مخصوص مکان ہے، وہاں ٹھہر کے نماز پڑھیں، اس امت کے لیے مخصوص مکان بھی ہے جہاں ٹھہر کے نماز پڑھیں لیکن کسی بھی جگہ نماز پڑھیں تو اللہ نے اسے سجدہ گاہ بنادیا ہے۔

پچھلے نبی ایک بستی کا نبی تھے، جہاں بستی ہوتی وہاں پانی بھی تو ہوتا، اگر پانی نہ ہو تو "بستی" بستی ہی نہیں ہے، جب بسنے کی جگہ ہو تو بستی ہوتی ہے، اگر بسنے کی جگہ نہ ہو تو اسے بستی نہیں کہتے، ایک شہر کا نبی ہے تو شہر وہاں ہوگا جہاں پانی بھی ہے، ایک قوم کا نبی ہے قوم وہیں ٹھہرے گی جہاں پانی بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بستی، ایک قوم نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے نبی ہیں، تمام جہانوں کے نبی ہیں، اس کا معنی یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۱۱۵، تفسیر القاسمی: ۳/ ۱۱۳

(۲) مسند احمد، حدیث: ۲۷۴۲

امت کو وہاں بھی جانا ہے جہاں پانی نہیں ہے، اگر پانی نہیں ہوگا تو وضو اور غسل کے لئے مٹی استعمال کرے گی۔

## سلام اور آمین کی خصوصیت

اس امت کو سلام اور آمین لفظ دیا گیا جس کا اجر بہت عظیم ہے دوسری قومیں اس سے محروم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: یہودیوں کو تم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں ہوتا جتنا سلام اور آمین پر ہوتا ہے۔ **"ما حسَدَتکم الیہودُ علی شيءٍ ما حسَدَتکم علی السلام و التأمین"** (۱)

## سورہ بقرہ کی آخری آیات

سورہ بقرہ کی آخری دو آیات:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ
بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ
رُسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ
الْمَصِيرُ ۔لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَعَلَيْهَا مَا ا كْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا
وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ"

جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اسے یہ دونوں کافی ہیں۔ (۲)

---

(۱) الترغیب والترھیب: ۵۱۵، التنویر شرح الجامع الصغیر، حدیث: ۷۸۷۲

(۲) معارف القرآن: ۱/ ۶۹۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے خزانہ سے دیا گیا ہوں مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں دی گئیں۔ (۱)

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان میں ہے، جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک ہی پہنچتی ہے اور یہاں سے ہی لے جائی جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے نازل ہوتی ہے وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہے، پھر یہاں سے آگے لے جائی جاتی ہے اور اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ وقت کی نمازیں، سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔ (۲)

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے تک ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں اتار کر سورۃ بقرہ ختم کی، جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائیں اس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جا سکتا۔

> **”إنّ اللّٰہ کتب کتابا قبل أن یخلق السماوات والأرض بألفی عام، فأنزل منه آیتین ختم بهما سورة البقرة، ولا تقرآن فی دار ثلاث لیال، فیقرّبها شیطان“ (۳)**

ایک اور حدیث میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جہاں حضرت جبرائیل بھی تھے کہ اچانک ایک دہشت ناک بہت بڑے دھماکے کی آواز کے ساتھ آسمان کا وہ دروازہ کھلا جو آج تک کبھی نہیں کھلا تھا، اس سے ایک فرشتہ اترا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آپ کو خوشی مبارک ہو، آپ کو وہ دو نور دیئے جاتے ہیں جو

---

(۱) معارف القرآن: ۱/ ۶۹۴

(۲) صحیح مسلم، الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتھیٰ، حدیث نمبر: ۱۷۳

(۳) سنن الترمذی، حدیث: ۲۸۸۲، وقال: حسن غریب

آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں۔ (۱)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے صدقہ کی حفاظت پر متعین کیا، مجھے محسوس ہوا کہ وہ کم ہو رہی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجوریں شیطان لے جاتا ہے، ایک دن میں کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا، اندھیرا اس قدر شدید تھا کہ اس نے دروازے کو ڈھانپ لیا، شیطان صورت بدل کر دروازے کے شگاف سے اندر گھس آیا، اور کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ میں نے جھپٹ کر اُسے دبوچ لیا، میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا: مجھے جانے دو، میں بوڑھا ہوں اور کثیر الاولاد ہوں، میرا تعلق نصیبین (بستی کا نام) کے جنوں سے ہے، تمہارے صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت سے پہلے ہم بھی اسی بستی کے باشندے تھے، جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہوئے تو ہمیں یہاں سے نکال دیا گیا۔ مجھے چھوڑ دیں، میں دوبارہ کبھی نہیں آؤں گا، میں نے اسے چھوڑ دیا، جبرئیلؑ نے آ کر سارا معاملہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز ادا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے بلایا گیا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھارے کے قیدی کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا معاملہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ عنقریب دوبارہ ضرور آئے گا، میں نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا، شیطان آیا، دروازے کے شگاف سے اندر گھسا اور کھجوریں کھانا شروع کر دیں، میں نے اس کے ساتھ وہی پہلے والا معاملہ کیا، میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تُو نے آئندہ کبھی نہ آنے کا وعدہ کیا تھا، اس نے کہا: میں آئندہ کبھی نہیں آؤں گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے سورۂ بقرہ کی (آخری آیات: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ...) نہیں پڑھے گا تو اسی رات ہم میں

---

(۱) صحیح مسلم، باب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرہ، حدیث نمبر: ۸۰۶، بحوالہ تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۸۰

سے کوئی اس کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔(۱)

### نمازعشاء امت کی خصوصیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ نماز عشاء کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، کسی وجہ سے اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی تاخیر ہوگئی کہ بعض لوگ خیال کرنے لگے کہ آج عشاء کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لائیں گے، بعض کہنے لگے کہ لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے لوگوں کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نماز کو دیر کر کے پڑھو! اللہ تعالی نے تمھیں یہ نماز عطاء کر کے تمام امتوں پر فضیلت بخشی ہے، تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔

"اَعۡتِمُوۡا بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ، فَاِنَّكُمۡ قَدۡ فُضِّلۡتُمۡ بِهَا عَلَى سَائِرِ الۡأُمَمِ، وَلَمۡ تُصَلِّهَا اُمَّةٌ قَبۡلَكُمۡ۔"(۲)

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ، امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔(۳)

تطبیق اس طرح ہے کہ عشاء کی نماز سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی لیکن ان کی یا اور کسی نبی کی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی، امتیوں میں صرف نبی

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶۱/۲۰، المستدرك على الصحيحين للحاكم ۱/: ۵۶۳، وسندہ حسن۔

(۲) صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۵۲۲، ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب في وقت العشآء الاخرة، حدیث نمبر: ۴۲۱، صحيح ابن خزيمة، حدیث نمبر: ۲۶۴

(۳) شرح معانی الآثار، كتاب الصلاة، باب الصلاة الوسطى اي الصلوات، حدیث: ۱۰۱۴

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے: جب صبح کے وقت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پس وہ نماز فجر ہوگئی، اور اسحاق علیہ السلام کا فدیہ (۱) ظہر کے وقت ادا کیا گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعات ادا کیں، پس وہ نماز ظہر ہوگئی۔ اور جب عزیر علیہ السلام کو اٹھایا گیا تو ان سے پوچھا گیا: آپ اس حالت میں کتنا عرصہ رہے؟ تو انہوں نے کہا: ایک دن پھر انہوں نے سورج کو دیکھا تو کہا: یا دن کا بھی کچھ حصہ۔ پھر انہوں نے چار رکعات ادا کیں تو وہ نماز عصر ہوگئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عزیر علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو انہوں نے چار رکعات نماز شروع کی لیکن تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے، پس وہ نماز مغرب ہوگئی اور جس ہستی نے سب سے پہلے آخری نماز (یعنی نماز عشاء) ادا کی وہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

**" إِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، لَمَّا تِيبَ عَلَيْهِ عِنْدَ الْفَجْرِ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَصَارَتِ الصُّبْحُ، وَفُدِيَ إِسْحَاقُ عِنْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْبَعًا، فَصَارَتِ الظُّهْرُ، وَبُعِثَ عُزَيْرٌ، فَقِيلَ لَهُ: كَمْ لَبِثْتَ؟ فَقَالَ: يَوْمًا، فَرَأَى الشَّمْسَ فَقَالَ: أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَصَارَتِ الْعَصْرُ. وَقَدْ قِيلَ: غُفِرَ لِعُزَيْرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَغُفِرَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْمَغْرِبِ، فَقَامَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَجَهَدَ فَجَلَسَ فِي الثَّالِثَةِ، فَصَارَتِ الْمَغْرِبُ ثَلَاثًا. وَأَوَّلُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ (۲)**

---

(۱) فدیہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے ادا ہوا کچھ علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ ذبح حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عبارت کا رجحان انہی کی طرف ہے۔

(۲) شرح معانی الآثار: ۱/ ۱۷۵، حدیث: ۱۰۴۶

## مال غنیمت کی حلت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا۔ ”وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ“ میدان جنگ میں کفار کا جو مال جنگ کے بعد ملے یہ ”مالِ غنیمت“ ہے، پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ حلال نہیں تھا، پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے مسئلہ یہ تھا کہ مال غنیمت کو میدان میں جمع کر لیتے آسمان سے آگ آتی اس کو جلا دیتی، یہ اس بات کی علامت تھی کہ جہاد قبول ہو گیا ہے۔ اگر وہ آسمان سے آنے والی آگ اس مال کو نہ جلاتی تو یہ اس بات کی علامت ہوتی کہ یہ جہاد قبول نہیں ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز یہ ہے کہ مال غنیمت کو صرف حلال ہی نہیں بلکہ حلال طیب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: وَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا (۱) قرآن کریم نے اس کے لیے لفظ استعمال کیے ہیں۔ ”حَلَالًا طَيِّبًا“ کہ مالِ غنیمت حلال بھی ہے اور پاکیزہ بھی ہے۔

## اس امت کا حلال پہلی امتوں سے زیاد

کھانے پینے کی چیزوں میں اللہ نے اس امت کے لئے بہت سی پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں تا کہ اللہ کی اطاعت کرنے میں مدد مل سکے، اور پچھلے لوگوں نے ظلم کیا تھا جس وجہ سے اللہ نے سزا کے طور پر انکی جائز چیزوں کو بھی حرام کر دیا تھا، اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں۔

فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ (۲)

## لیلۃ القدر کی نعمت

شبِ قدر کا نصیب ہونا یہ اس امت کا امتیاز ہے، اللہ تعالی نے بطور خاص اس

---

(۱) سورۃ الانفال:۶۹

(۲) سورۃ النساء:۱۶۰

امت کو یہ مبارک اور عظیم رات عنایت فرمائی، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے بطور خاص میری امت کو شبِ قدر عطا فرمائی ہے، اور اس امت سے پہلے کسی کو نہیں عطا فرمائی۔ "**ان اللہ وھب لامتی لیلۃ القدر لم یعطھا من کان قبلھم**"۔(۱)

اتنی عظیم الشان رات گذشتہ امتوں کو نہ ملنے اور اس امت کو ملنے کی مختلف وجوہات ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی اسرائیل کے ایک مجاہد کا حال بیان کیا جو ایک ہزار مہینے تک مسلسل جہاد میں مشغول رہا، کبھی ہتھیار نہیں اتارے، مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ رات عنایت فرمائی۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی امتوں کی عمروں کا علم ہوا کہ بہت لمبی ہوئیں اور ان کے مقابلے میں میری امت کی عمریں بہت کم ہیں، جس کی وجہ سے میری امت کے لوگ پہلی امت کے ساتھ اعمال میں برابر نہیں ہو سکتے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدمہ ہوا تو حق تعالیٰ نے شبِ قدر عطا فرمائی کہ اس ایک شب میں عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔(۳)

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی اسرائیل کے چار حضرات حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان حضرات نے اسیّ اسیّ سال اللہ کی عبادت انجام دی اور ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابہ کرام کو بہت تعجب ہوا، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی امت

---

(۱) الدر المنثور: ۱۵/۵۴۰

(۲) فضائل الاوقات للبیھقی: ۵۳

(۳) الجامع للقرطبی: ۲۲/۳۹۴

کو ان حضرات کی اسی اسی سال کی عبادت پر تعجب ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز بھیجی ہے، چناچہ سورۃ قدر پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ یہ اس سے بہتر ہے جس پر آپ اور آپ کی امت کو تعجب ہو رہا ہے یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام خوش ہو گئے۔ (١)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار مہینے تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا' صحابہ رضی اللہ عنہم کو رشک آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں یہ رات عطا فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی اُمتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت زیادہ ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی عمریں کم ہیں اگر وہ نیک اعمال میں انکی برابری کرنا چاہیں تو ناممکن ہے تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج ہوا تو اللہ نے اس کے بدلے میں یہ رات عطا فرمائی۔ (٢)

وجہ خواہ کوئی بھی ہو یہ عظیم رات اللہ نے اس امت خاص طور پر عطا فرمائی ہے۔

## مقام شہادت کی کثرت

شہید کے معنی: شہید بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مشہود ہے، اس لئے کہ جنت اس کے سامنے کی گئی ہے یعنی اس کے لئے جنت کی شہادت دی گئی ہے یا بمعنی فاعل یعنی شاھد ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اور اللہ کے پاس حاضر ہے۔

حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: تم لوگ اپنے مرنے والوں میں سے کِسے شہید سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول جو اللہ کی راہ میں قتل کِیا جاتا ہے ہم اُسے شہید سمجھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اگر ایسا ہو تو پھر تو میری اُمت کے شہید بہت کم ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کِیا: اے اللہ کے رسول تو پھر شہید اور کون ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: جو اللہ کی راہ میں قتل کِیا گیا وہ شہید ہے، اور جو اللہ کی راہ میں نکلا اور کسی جہاد میں

---

(١) الدر المنثور: ١٥/ ٥٣٥

(٢) معارف القرآن: ٨/ ٧٩١

شامل ہوئے بغیر مر گیا، یا جو اللہ کے دِین کی کِسی بھی خِدمت کے لیے نکلا اور اُس دوران مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور اور جو طاعون کی بیماری سے مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور جو پیٹ کی بیماری سے مر گیا وہ بھی شہید ہے۔

**”ما تَعُدُّونَ الشَّهِيدَ فِيكُمْ؟ يا رَسُولَ اللّٰهِ من قُتِلَ فى سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌانَّ شُهَدَاءِ اُمَّتِى اذًا لَقَلِيلٌ۔ فَمَنْ هُمْ يا رَسُولَ اللّٰهِ؟مَن قُتِلَ فى سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ فى سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ فى الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ فى الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ (۱)**

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: شہید پانچ ہیں: (۱) مطعون (۲) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) ملبے میں دب کر مرنے والا (۵) اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

**”الشُّهَدَاءِ خَمْسَةٌ الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِقِ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فى سَبِيلِ اللّٰهِ عزوجل“۔**

جابر بن عُتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے عِلاوہ سات شہید ہیں:

۱) مطعون شہید ہے۔
۲) ڈوبنے والا شہید ہے۔
۳) ذات الجنب (۲) کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے۔
۴) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا۔

---

(۱) صحیح مُسلم، حدیث: ۱۹۱۵، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي

(۲) ذات الجبت یا پلوریسی Pleurisy کے مرض میں پھیپھڑے کے غلاف میں جس کو انگریزی میں پلورا کہتے ہیں، ورم ہو جاتی ہے، یہ کبھی ایک طرف ہوتی ہے کبھی دونوں طرف۔

٥) جل کر مرنے والا شہید ہے۔

٦) لبے کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے۔

٧) حمل کی حالت میں مرنے والی عورت شہیدہ ہے۔

الشَّهَادَةُ سَبعٌ سِوَى الْقَتْلِ فی سَبِیلِ اللّٰہِ الْمَطْعُونُ شَہِیدٌ وَالْغَرِق، شَہِیدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَہِیدٌ وَالْمَبْطُونُ شَہِیدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِیقِ شَہِیدٌ وَالَّذِی یَمُوتُ تَحْتَ الْھَدْمِ شَہِیدٌ وَالْمَرْاَۃُتَمُوتُ بِجُمْعٍ شھیدۃٌ“۔ (١)

راشد بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی عیادت بیمار پُرسی کے لیے تشریف لائے تو اِرشاد فرمایا: کیا تُم لوگ جانتے ہو کہ میری اُمت کے شہید کون کون ہیں؟ عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے اجر و ثواب کا یقین رکھتے ہوئے تو وہ شہید ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اِس طرح تو میری اُمت کے شہید بہت کم ہوں گے:

(١) اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونا شہادت ہے۔

(٢) طاعون کی موت شہادت ہے۔

(٣) پانی میں ڈوبنے سے موت واقع ہونا شہادت ہے۔

(٤) پیٹ کی بیماری سے مرنا شہادت ہے۔

(٥) ولادت کے بعد نفاس کی حالت میں مرنے والی کو اُس کی وہ اولاد جس کی ولادت ہوئی اور اِس ولادت کی وجہ سے وہ مرگئی اپنی کٹی ہوئی ناف سے جنّت میں کھینچ لے جاتی ہے۔

(٦) جلنے کی وجہ سے موت ہونا شہادت ہے۔

(٧) سل کی بیماری کی وجہ سے موت ہونا شہادت ہے۔

---

(١) سُنن ابو داؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفي، حدیث: ٣١١١

**"انَّ شُهَدَاءِ امتی اذاً لَقَلِيلُ الْقَتْلُ فی سَبِيلِ اللّٰہِ عزو جل شَهَادَةٌ وَ الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ وَ الْغَرَقُ شَهَادَةٌ وَ الْبَطْنُ شَهَادَةٌ وَ النُّفَسَاءُ يَجُرُّهَا وَلَدُهَا بِسُرَرِهِ إلى الْجَنَّةِ و الحَرق و السِّلُّ"۔ (۱)**

سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

(۱) جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔
(۲) جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔
(۳) جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔
(۴) اپنے دِین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا ہو شہید ہے۔

**مَن قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُونَ اَهلِهِ او دُونَ دَمِهِ او دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ (۲)**

احادیث کی روشنی میں شہید کی مندرجہ ذیل اقسام ہوتی ہیں:

۱) راہ خدا میں جس کو قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔
۲) پیٹ کی بیماری میں یعنی دست اور استسقاء میں مرنے والا شہید ہے۔
۳) پانی میں بے اختیار ڈوب کر مر جانے والا شہید ہے۔
۴) دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مر جانے والا شہید ہے۔
۵) طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
۶) ذات الجنب یعنی نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
۷) جل کر مرنے والا شہید ہے۔
۸) حالت حمل میں مر جانے والی عورت شہید ہے۔
۹) کنواری مر جانے والی عورت شہید ہے۔

---

(۱) مُسند احمد/حدیث راشد بن حبیش رضی اللہ عنہ، مُسند الطیالیسی، حدیث: ۵۸۶
(۲) سنن النسائی، حدیث: ۴۱۰۶، سنن ابو داؤد، حدیث: ۴۷۷۲

۱۰) جو عورت حاملہ ہونے کے بعد سے بچے کی پیدائش تک یا بچے کا دودھ چھڑانے تک مر جائے وہ شہید ہے۔

۱۱) دِق (ٹی بی) کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔

۱۲) حالت سفر میں مرنے والا شہید ہے۔

۱۳) سفر جہاد میں سواری سے گر کر مر جانے والا شہید ہے۔

۱۴) مرابط یعنی اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کے دوران مر جانے والا شہید ہے۔

۱۵) گڑھے میں گر کر مر جانے والا شہید ہے۔

۱۶) درندوں یعنی شیر وغیرہ کا لقمہ بن جانے والا شہید ہے۔

۱۷) اپنے مال، اپنے اہل وعیال، اپنے دین، اپنے خون، اور حق کی خاطر قتل کیا جانے والا شہید ہے۔

۱۸) دوران جہاد اپنی موت مر جانے والا شہید ہے۔

۱۹) اور جسے شہادت کی پر خلوص تمنا اور لگن ہو مگر شہادت کا موقع اسے نصیب نہ ہو اور اس کا وقت پورا ہو جائے اور شہادت کی تمنا دل میں لیئے رخصت ہو جائے وہ شہید ہے۔

۲۰) جس شخص کو حاکم وقت ظلم وتشدد کے طور پر قید خانہ میں ڈال دے اور وہ وہیں مر جائے وہ شہید ہے۔

۲۱) جو شخص توحید کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دے وہ شہید ہے۔

۲۲) تپ یعنی بخار میں مرنے والا شہید ہے۔

۲۳) جو شخص ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اسے اچھا اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے روکے اور وہ حاکم اس شخص کو مار ڈالے تو وہ شہید ہے۔

۲۴) جس شخص کو گھوڑا یا اونٹ کچل اور روند ڈالے اور وہ مر جائے یعنی کسی حادثہ میں مر جائے جیسے کار کا حادثہ، ہوائی جہاز کا حادثہ وغیرہ، وہ شہید ہے۔

۲۵) جو زہریلے جانور کے کاٹنے سے مر جائے وہ شہید ہے۔

۲۶) پاکباز اور پرہیز گار عاشقِ الٰہی، جس نے اپنے عشق کو چھپایا اور اسی حالت میں مر گیا وہ شہید ہے۔

۲۷) جو شخص کشتی میں بیٹھا اور دوران سفر قے میں مبتلا ہوا تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے۔

۲۸) جس عورت نے اپنی سوکن کی موجودگی میں صبر و ضبط سے کام لیا اسے شہید کا ثواب ملے گا۔

۲۹) جو شخص روزانہ یہ دعا۔ "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ"؟؟؟ مرتبہ پڑھے گا اور اپنی فطری موت مرے گا اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا ثواب عنایت فرمائیں گے۔

۳۰) جو شخص اشراق اور چاشت کی نماز کا اہتمام کرے اور مہینے میں تین روزے رکھے اور حالت سفر و حضر میں وتر کی نماز نہ چھوڑے اس کیلئے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے۔

۳۱) جب امت میں اعتقادی اور عملی گمراہی پھیل جائے اس وقت سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے والا شہید ہے۔

۳۲) طلب علم میں مرنے والا شہید ہے، اور طلب علم میں مرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو حصول علم اور درس و تدریس میں مشغول ہو یا تصنیف و تالیف میں مصروف ہو یا کسی علمی مجلس میں حاضر ہو۔

۳۳) جس شخص نے اپنی زندگی لوگوں کی مہمان داری اور خاطر تواضع میں گزاری وہ شہید ہے۔

۳۴) جو شخص میدان کارزار میں زخمی ہو کر فوراً نہ مر جائے بلکہ کم از کم اتنی دیر تک زندہ رہے کہ دنیا کی کسی چیز سے فائدہ اٹھائے وہ بھی شہید ہے۔

۳۵) وہ شخص جو گلے میں کوئی چیز پھنس جانے اور دم گھٹ جانے کی وجہ سے مرجائے وہ شہید ہے۔

۳۶) جو شخص مسلمانوں کے لیے غلہ فراہم کرے وہ شہید ہے۔

۳۷) جو شخص اپنے اہل وعیال اور اپنے غلام اور لونڈی کے لیے کمائے وہ شہید ہے۔

۳۸) جو شخص حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا۔ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' چالیس مرتبہ پڑھے اور اسی مرض میں مرجائے تو اسے شہید کا ثواب دیا جاتا ہے اور اگر اس مرض سے اسے چھٹکارا مل جائے تو وہ اس حال میں صحت مند ہوتا ہے کہ اس کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے۔

۳۹) یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے روز شہداء کے ساتھ ہوگا۔

۴۰) جو شخص جمعہ کی شب میں فوت ہوجاتا ہے وہ شہید ہے۔

۴۱) رضائے الٰہی کی خاطر اذان دینے والا مؤذن اس شہید کی مانند ہے جو اپنے خون میں لت پت تڑپتا ہو، نیز وہ مؤذن جب مرتا ہے تو اس قبر میں کیڑے نہیں پڑتے۔

۴۲) جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۱۰۰/رتبہ درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان براءت یعنی نفاق اور آگ سے نجات لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

۴۳) منقول ہے جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ

''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ''

اور سورۃ حشر کی آخری تین آیات: هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۲۲) هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۲۳) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتا ہے، وہ فرشتے اس کے لیے شام تک بخشش کی دعا کرتے ہیں اور وہ شخص اگر اسی دن مر جاتا ہے تو اس کی موت شہید کی موت ہوتی ہے اور شام کو پڑھنے والا بھی اسی طرح اجر کا مستحق ہے۔ (۱)

منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کی کہ جب تم رات میں سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو سورۂ الحشر کی آخری آیتیں پڑھ لو اور فرمایا کہ اگر تم رات میں یہ پڑھنے کے بعد سوئے اور اسی رات میں مر گئے تو شہید کی موت پاؤ گے۔

۴۴) جو شخص مرگی کے مرض میں مر جاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔
۴۵) جو شخص حج اور عمرہ کے دوران مر جاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔
۴۶) جو شخص باوضو مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔
۴۷) اسی طرح رمضان کے مہینے میں بیت المقدس، مکہ یا مدینہ میں مرنے والا شخص شہید ہوتا ہے۔
۴۹) جو شخص کسی آفت و بلائیں میں مبتلا ہو اور اسی آفت و بلا پر صبر و رضا کا دامن پکڑے ہوئے مر جائے وہ شہید ہے۔
۵۰) جو شخص صبح و شام پڑھے۔ "لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" وہ شہید ہے۔
۵۱) جو شخص نوے سال کی عمر میں مرے۔

---

(۱) عمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی، امام بخاری نے بھی اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے: ۶۳۲۳

۵۲) یا آسیب زدہ ہوکر مرے۔

۵۳) یا اس حال میں مرے کہ اس کے ماں باپ اس سے خوش ہوں۔

۵۴) یا نیک بخت بیوی اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے خوش ہو تو وہ شہید ہے۔

۵۵) اسی طرح عادل حاکم و بادشاہ اور شرعی قاضی کو شہید کا رتبہ ملے گا۔

۵۶) جو مسلمان کسی کمزور مسلمان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے وہ بھی شہید ہے۔

**"الشهادة سبع سوی القتل فی سبیل الله العطون شهید والغرق شهید وصاحب ذات شهید والمبطون شهید وصحب الحریق شهیدوالذی یموت تحت الهدم شهید والمرأةتموت بجمع شهید(۱)**

**ومن مات فی سبیل الله فهو شهید(۲)**

**ومن صُرع عن دابته فی سبیل الله فمات فهو شهید(۳)**

واضح رہے کہ یہ اجر وثواب ان کے لئے اس وقت ہے جبکہ ایمان کامل عمل صالح اور اخلاص ہو اور بیماری وغیرہ کی سختیوں میں جزع وفزع سے خالی ہوکر صبر کیا ہو۔۔

اسی طرح ان کے شہید ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو شہید کامل جیسا اجر وثواب ملے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے اجر وثواب کی جنس (قسم) شہید کامل کی ہوگی اگرچہ دونوں ثوابوں کی مقدار اور حیثیت میں کافی تفاوت ہے۔(۴)

حضرت نے مختلف روایات سے یہ تعداد اخذ کی ہیں، اُن میں تمام درجات کی روایات ہیں، اُمید ہے کہ فضائل میں وہ مقبول ہی ہوں گی۔

---

(۱) موطأ مستدرک حاکم: ۱۳۰۰ اور صحیح الاسناد قرار دیا۔

(۲) مسلم: ۵۰۵۰

(۳) مجمع الزوائد، رجال ثقات ہیں، حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا۔

(۴) ماخوذ از عمدۃ الفقہ مفتی زوار حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ: ۲ / ۵۵۳ تا ۵۶۰

## سچی نیت سے شہادت کا مقام مل جاتا ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**من سأل الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وان مات على فراشه**“ جس نے سچے دل سے شہادت کے لیے دعا مانگی اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے درجے تک پہونچادے گا خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے(۱) ایک اور حدیث میں ہے طاعون مومنوں کے لیے شہادت ہے، اور کافر کے لیے عذاب ہے ”**فالطاعون شهادة للمومن ورجس للكافر**“(۲) طاعون ہر مسلم کے لیے شہادت ہے، ”**فالطاعون شهادة لكل مسلم**“۔ (۳)

طاعون پر صبر کرتے رہنے والے کو بھی شہید کا ثواب ہے:

> ”**فليس من عبد يقع الطاعون فيمكث فى بلده صابر أيعلم انه من يصيبه الا ما كتب الله له الا كان له مثل اجر الشهيد**“ (۴)

## دیگر امتوں کی طرح عذاب نہ دیا جائے گا

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری یہ امت ایسی امت ہے جس پر اللہ تعالی کی خاص رحمت ہے کہ اس امت پر آخرت میں (دیگر امتوں کی طرح) عذاب نہیں ہے، اس کا عذاب دنیا ہی میں فتنوں زلزلے ومصائب اور قتل وغیرہ کی صورت میں ہے۔

> **عن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمتي هذه مرحومة، ليس عليها عذاب في الآخرة، عذابها في الدنيا، الفتن والزلازل والقتل**“(۵)

---

(۱) صحیح مسلم، الجہاد: ۱۹۰۹

(۲) مسند احمد فتح الباری: ۱۰/ ۲۳۶

(۳) بخاری: ۲۸۳۰

(۴) صحیح بخاری: ۵۷۳۴

(۵) سنن أبو داو، حدیث: ۴۲۷۸

## دوسری امتوں پر گواہ بننے کا شرف

دوسری امتوں پر گواہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا"(۱)

کہ ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوجائیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (۲)

تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہوجائے اور تم تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی اُمت بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (حضرت نوح علیہ السلام سے) دریافت فرمائے گا، کیا آپ نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ وہ جواب دیں گے: ہاں اے میرے ربّ! پھر اُن کی اُمت سے فرمائے گا: کیا نوح نے تم تک میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ وہ جواب دیں گے: نہیں، بلکہ ہمارے پاس تو کوئی بھی نبی نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، کیا تمہاری گواہی دینے والا کوئی ہے؟ وہ عرض کریں گے: حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اُمت (میری گواہ ہے)۔ پس ہم یہ گواہی دیں گے کہ یقیناً (حضرت نوح علیہ السلام) نے احکام پہنچا دیئے تھے اور یہی ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور (اے مسلمانو!) اِسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول

---

(۱) سورۃالبقرۃ:۱۴۳

(۲) سورۃالبقرۃ:۱۴۳

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہوں۔

”عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم: يَجِيئُ نُوْحٌ وَأُمَّتُه فَيَقُوْلُ اللہُ تَعَالٰی: هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ، فَيَقُوْلُ لِأُمَّتِه: هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا مَا جَائَنَا مِنْ نَبِيٍّ فَيَقُوْلُ لِنُوْحٍ: مَنْ يَشْهَدُ لَکَ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم وَأُمَّتُه فَنَشْهَدُ أَنَّه قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُه جَلَّ ذِكْرُه: {وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ} (۱)

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اِس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ”لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ“ کا مطلب: اُمت محمدیہ کے لوگ روزِ قیامت تمام لوگوں پر گواہ ہوں گے، قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، قوم شعیب اور اُن کے علاوہ دوسرے رسولوں کی قوموں پر گواہ ہوں گے (اور کہیں گے) کہ اُن کے رسولوں نے اُن تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا، اور یہ کہ اُنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا“۔

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ قَالَ: لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ وَكَانُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَانُوْا شُهَدَاءَ عَلٰى قَوْمِ نُوْحٍ وَقَوْمِ هُوْدٍ وَقَوْمِ صَالِحٍ وَقَوْمِ شُعَيْبٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ رُسُلَهُمْ بَلَّغَتْهُمْ وَأَنَّهُمْ كَذَّبُوْا رُسُلَهُمْ“ (۲)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی: إنّا أرسلنا نوحا إلی قومه الخ، حدیث: ۳۱۶۱:

(۲) فتح الباری شرح بخاری: ۸/۱۷۲

قیامت کے دن کچھ نبی اس حال میں تشریف لائیں گے کہ اُن کے ساتھ دو آدمی ہوں گے اور کچھ نبی تشریف لائیں گے کہ ان کے ساتھ تین لوگ ہوں گے۔ اور کسی کے ساتھ اس سے زیادہ یا اس سے کم اور اُس نبی سے دریافت کیا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچا دیا تھا، وہ عرض کرے گا: جی ہاں، تو اُن کی قوم کو طلب کیا جائے گا اور اُس سے پوچھا جائے گا: کیا اِنہوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا تو وہ قوم جواب دے گی: نہیں، (اِس نے ہمیں کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔) اُس نبی سے دریافت کیا جائے گا: تمہارے حق میں کون گواہی دیتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی اُمت، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو طلب کیا جائے گا اور اُن سے دریافت کیا جائے گا: کیا اِس نبی نے میرا پیغام پہنچایا تھا؟ اُمتِ محمدیہ جواب دے گی: جی ہاں! تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے ہوگا: تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ اُمتِ محمدیہ عرض کرے گی: ہمارے نبی نے ہمیں اِس بات کی خبر دی تھی کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی تمہارے لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اے مسلمانو! اِسی طرح ہم نے تمہیں اعتدال والی بہتر اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور ہمارا یہ برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

''عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ وَأَكْثَرُ مِنْ ذَالِکَ وَأَقَلُّ فَيُقَالُ لَه: هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَکَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُدْعٰى قَوْمُه فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَکُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا. فَيُقَالُ: مَنْ يَشْهَدُ لَکَ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُه فَتُدْعٰى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: وَمَا عِلْمُکُمْ بِذَالِکَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذَالِکَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا فَصَدَّقْنَاهُ

قَالَ: فَذَالِكُمْ قَوْلُه تَعَالٰی: {وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا}(۱)

حضرت حیان بن ابی جبلہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ پہلا شخص جسے روزِ قیامت بلایا جائے گا وہ اسرافیل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے میرا عہد پہنچا دیا تو وہ کہیں گے: ہاں میرے رب میں نے وہ عہد جبرائیل کو پہنچایا، پھر جبرائیل کو بلایا جائے گا اور اُنہیں کہا جائے گا: کیا تمہیں اسرافیل میں میرا عہد پہنچایا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں، پس اُنہیں چھوڑ دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ جبرائیل سے دریافت فرمائے گا: تو نے میرے عہد کا کیا کیا؟ وہ عرض کریں گے: اے میرے ربّ! میں نے وہ عہد رسولوں کو پہنچایا تھا، پھر رسولوں کو بلایا جائے گا اور اُنہیں کہا جائے گا: کیا جبرائیل نے تم تک میرا عہد پہنچایا؟ تو وہ کہیں گے: ہاں، پھر جبرائیل کو چھوڑ دیا جائے گا، پھر رسولوں سے پوچھا جائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں ہم نے اپنی اپنی اُمتوں تک پہنچا دیا تھا، پھر اُمتوں کو بلایا جائے گا اور اُن سے کہا جائے گا: کیا میرے رسولوں نے تم تک میرا عہد پہنچایا تھا؟ تو اُن میں سے کچھ جھٹلانے والے ہوں گے اور کچھ تصدیق کرنے والے، پس انبیاء ورُسل عرض کریں گے: مولا! ہمارے پاس اِن کے خلاف گواہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کون ہیں؟ وہ عرض کریں گے: اُمتِ محمدیہ، پھر اُمتِ محمدیہ کو بلایا جائے گا اور اُنہیں کہا جائے گا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ تمام انبیاء ورُسل نے اِن اُمتوں تک میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟ اُمتِ محمدیہ کے افراد عرض کریں گے: ہاں! سابقہ اُمتیں عرض کریں گی: اے ربّ! ہم پر وہ شخص کیسے گواہی دے سکتا ہے جس نے ہمارا زمانہ ہی نہیں

---

(۱) سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب صفة أمّة محمد صلى الله عليه وآله وسلم، حدیث: ۴۲۸۴، سنن نسائی، حدیث: ۱۱۰۰۷

پایا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم اِن پر کیسے گواہی دے رہے ہو حالانکہ تم نے تو ان کا زمانہ ہی نہیں پایا؟ وہ عرض کریں گے: اے ربّ! تو نے ہماری طرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ہماری طرف کتاب نازل فرمائی اور اُس میں تو نے سابقہ اُمم کے قصص بیان فرمائے کہ اِن رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اپنی اُمتوں تک پہنچا دیئے تھے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’اور اے مسلمانو! اِسی طرح ہم نے تمہیں اعتدال والی بہتر اُمت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور ہمارا یہ برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

’’عَنْ حَيَانَ بْنِ أَبِي جَبَلَةَ يُسْنِدُه قَالَ: أَوَّلُ مَنْ يُدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِسْرَافِيْلُ فَيَقُوْلُ اللهُ: هَلْ بَلَّغْتَ عَهْدِي فَيَقُوْلُ: نَعَمْ رَبِّي، قَدْ بَلَّغْتُه جِبْرَائِيْلَ فَيُدْعٰى جِبْرَائِيْلُ فَيُقَالُ: هَلْ بَلَّغَکَ إِسْرَافِيْلَ عَهْدِي فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُخَلّٰى عَنْ إِسْرَافِيْلَ فَيَقُوْلُ لِجِبْرَائِيْلَ: مَا صَنَعْتَ بِعَهْدِي؟ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّي، بَلَّغْتُ الرُّسُلَ فَيُدْعَى الرُّسُلُ فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَكُمْ جِبْرِيْلُ عَهْدِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيُخَلّٰى عَنْ جِبْرِيْلَ فَيُقَالُ لِلرُّسُلِ: هَلْ بَلَّغْتُمْ عَهْدِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، بَلَّغْنَا الْأُمَمَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ فَيُقَالُ لَهُمْ: هَلْ بَلَّغَتْكُمُ الرُّسُلُ عَهْدِي؟ فَمُكَذِّبٌ وَمُصَدِّقٌ فَيَقُوْلُ الرُّسُلُ: لَنَا عَلَيْهِمْ شُهَدَاءُ فَيَقُوْلُ: مَنْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه واله وسلم فَتُدْعٰى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ: أَتَشْهَدُوْنَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغَتِ الْأُمَمَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَتَقُوْلُ الْأُمَمُ: يَا رَبَّنَا، كَيْفَ يَشْهَدُ عَلَيْنَا مَنْ لَمْ يُدْرِكْنَا فَيَقُوْلُ اللهُ: كَيْفَ تَشْهَدُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَمْ تُدْرِكُوْهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا رَبَّنَا، أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا وَأَنْزَلْتَ إِلَيْنَا كِتَابًا وَقَصَصْتَ عَلَيْنَا فِيْهِ

أَنْ قَدْ بَلَّغُوْا فَذَالِکَ قَوْلُ اللهِ: {وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا} (۱)

حضرت محمد بن فضالہ ظفری رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس بنوظفر کی مسجد میں تشریف لائے اور اس چٹان پر تشریف فرما ہوئے جو اب بنوظفر کی مسجد میں ہے، اور آپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاری کو قرآت کا حکم دیا تو اس نے قرآت کی یہاں تک کہ اِس آیت پر پہنچا: ''پھر اُس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے'' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہوگئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک بھیگ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے میرے ربّ! میں اُن کی گواہی تو دوں جن کے درمیان میں رہتا ہوں لیکن اُس کی گواہی کیسے دوں جسے میں نے دیکھا ہی نہیں۔

''عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فَضَالَةَ الظَّفَرِيِّ رضى الله عنه وَكَانَ مِمَّنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم أَتَاهُمْ فِي مَسْجِدِ بَنِي ظُفُرٍ فَجَلَسَ عَلَى الصَّخْرَةِ الَّتِي فِي مَسْجِدِ بَنِي ظُفُرٍ الْيَوْمَ وَمَعَه عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضي الله عنهما وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِه فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَارِئًا فَقَرَأَ حَتّٰى أَتٰى عَلٰى هٰذِهِ الآيَةَ: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا} [النساء، 4: 41]، فَبَكٰى رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم حَتّٰى اضْطَرَبَ لَحْيَاه فَقَالَ: أَيْ رَبِّ،

---

(۱) البقرة: ۱۴۳، کتاب الزهد لابن مبارك، حديث: ۱۵۹۸، جامع البيان للطبری: ۱۰/۲

**شَهِدْتَ عَلٰى مَنْ أَنَا بَيْنَ ظَهْرَيْهِ فَكَيْفَ بِمَنْ لَمْ أَرَ"(۱)**

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امت کو اپنا مقام اور کام سمجھنا چاہیے کہ گواہی دینے والے کو خود کتنا ستھرا اور بے داغ زندگی گذارنے والا ہونا چاہیے۔ پھر ہر چیز کو اس کا مقام اسی وقت تک ملتا ہے جب تک وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے، پنکھا اپنا کام کرتا رہے تو سر پر چھت سے لگا دیتا ہے، گاڑی محفوظ انداز میں گھر کے صحن میں رکھی رہتی ہے، اگر اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو اسے کچرے یا اصلاح کرنے والے کے حوالے کر دیا جاتا ہے، گائے بھینس دودھ دینا چھوڑ دے تو اسے قصاب کے حوالے کر دیا جاتا ہے یہ ہی حال اس امت کا ہے کہ اس نے اپنا کام چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دشمن کے حوالے کر دیا اور اس نے اپنا مقام کھو دیا۔

## امتِ محمدیہ کے اعمال کا وزن زیادہ ہوگا

حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام نے فرمایا کہ **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت قیامت میں اعمال کے ترازو میں سب لوگوں سے زیادہ بھاری ہوگی، کیوں کہ ان کی زبانیں ایک کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو ان سے پہلوؤں پر بھاری بن گیا، وہ کلمہ **"لا إله إلا الله"** ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سچ فرمایا امت محمدیہ کے مشائخ صوفیہ اور ان مریدوں کی بے انتہا تعداد جو صدہا برس سے چلی آرہی ہے ان کے اذکار اور "لا إلٰہ إلّا اللہ" کی کثرت سے جو حضرات واقف ہیں وہی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کی حقیقت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، امت محمدیہ کے لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد ایسے ہوں گے کہ اپنی عمر میں کڑوڑوں مرتبہ انہوں نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہوگا۔ **"فسبحان الله ما أعظم إحسانه على هذه الأمة المرحومة"۔ (۲)**

---

(۱) **المعجم الکبیر للطبرانی**، حدیث: ۵۴۶، **مجمع الزوائد للهیثمی**: ۷/۴، **تفسیر ابن کثیر**: ۱/۴۹۹

(۲) فضائل امتِ محمدیہ: ۳۲، بلندشہری

## امتِ محمدیہ کا حوض

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے (جس سے وہ اپنی امت کو قیامت کے روز پانی پلائے گا) اور نبی آپس میں فخر کریں گے (دیکھیں) کس کے حوض پر زیادہ آکر پینے والے ہیں اور بلاشبہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والے دوسرے نبیوں کے حوضوں پر آنے والوں سے زیادہ ہوں گے۔

”إِنَّ لكل نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ“(۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا عدن ضلع بلقاء کی بستی تک کا فاصلہ ہے (اس کا طول وعرض میلوں کا ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اور اس کے لوٹے آسمانوں کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں، اس میں ایک مرتبہ جو کوئی پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

”حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا“(۲)

دوسری روایت میں ہے کہ میرا حوض اتنا عریض وطویل ہے جتنی دور کوئی ایک مہینہ چل کر پہنچے، اس کے گوشے برابر ہیں، یعنی وہ مربع ہے اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہے، اس میں سونے چاندی کے لوٹے ہیں، اس میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں جو اس کا پانی بڑھا رہے ہیں، ان میں سے ایک سونے کا ہے اور دوسرا چاندی کا ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی، حدیث: ۲۴۵۱

(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۴۲۴۴

**”أَشَدُّ بَيَاضًا مِنْ اللَّبَنِ وَ أَحْلَى مِنْ الْعَسَلِ يَغُتُّ (يصب) فِيهِ مِيزَ ابَانِ يَمُدَّانِهِ مِنْ الْجَنَّةِ أَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَ الآخَرُ مِنْ وَرِق (فضة) (١)**

## امتِ محمدیہ کی بڑی بڑی سفارشیں قبول ہونا

حضرت عبداللہ بن ابی الجد عا رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ بنو تمیم کے آدمیوں سے بھی زیادہ میرے امتی جنت میں داخل ہوں گے۔ **”يدخل الجنة بشفاعة رجل من أمتي أكثر من بني تميم“ (۲)**

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میری امت کے بعض اشخاص پوری جماعت کے لیے سفارش کریں گے اور بعض ایک قبیلہ کے لیے سفارش کریں گے، اور بعض ایک عصبہ کے لیے سفارش کریں گے۔

**”إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعَصَبَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ“ (۳)**

**فائدہ:** عصبہ عربی میں ۱۰ر سے ۴۰ر تک کے عدد کی جماعت کو کہتے ہیں، اور بعض ایک شخص کے لیے سفارش کریں گے حتی کہ ساری امت جنت میں داخل ہوجائے گی۔ (۴)

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۲۴۵۶

(۲) سنن ترمذي، كتاب: صفة القيامة و الرقائق، باب: ما جاء في الشفاعة، حدیث: ۲۴۳۸، ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ”و قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ“۔

(۳) سنن ترمذي، كتاب: صفة القيامة و الرقائق، باب: ما جاء في الشفاعة، حدیث ۲۴۴۰، امام ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اِسناد حسن ہے۔ ”وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ: إِسْنَادُهُ حَسَنٌ“۔

(۴) فضائل امتِ محمدیہ، عاشق الٰہی: ۳۱

## قیامت میں امتِ محمدیہ زیادہ ہوگی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے تو ارشاد فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں جو اپنے اپنے نبی کے ساتھ گر رہی تھیں، سو کوئی نبی اس میں حال میں گزر رہا تھا کہ اس کے ساتھ دو امتی تھے، اور کوئی اس حال میں گزرر ہا تھا کہ اس کے ساتھ چند آدمی تھے، اور کوئی نبی اس حال میں گرر ہا تھا کہ اس کہ ساتھ ایک امتی بھی نہ تھا، پھر میں نے بہت زیادہ آدمی دیکھے، جنہوں نے افق (آسمان کا کنارہ) بھر رکھا تھا، ان کو دیکھ کر میں نے امید کی کہ یہ میرے امتی ہوں گے، سو کسی نے کہا کہ (یہ تمہارے امتی نہیں ہیں) یہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ ہیں پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دیکھو، میں نے دیکھا تو بہت زیادہ آدمی دیکھے، جنہوں نے افق بھر رکھی تھی، پھر مجھ سے کہا گیاک دیکھو ادھر (دائیں جانب) اور ادھر (بائیں جانب) میں نے دیکھا تو بہت زیادہ آدمی دیکھے جنہوں نے (دونوں طرف) افق بھر رکھی تھی، اس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔

”عن ابن عباس ، قال : قال النبيِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ”عُرِضَتْ عَليَّ الأمَمُ، فاخَذَ النبِي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَمُرُّ مَعَه الأمّة، والنبِي يَمُرُّ معه النفر، والنبِي يَمُرُّ معه العَشَرَةُ، والنبِي يَمُرُّ معه الخَمْسةُ، والنبِي يَمُرُّ معه وحْدَه، فنطرتُ فإِذا سَوادٌ كَثِيرٌ، قلت ياجِبرِيل، هؤلائِأمَّتِي؟ قال : لا، ولكِنِ إِلى الأفُقِ، فَنَظَرْتُ فإِذاسَوادٌ كثِيرٌ، قال: هولاءِأمَّتُک۔۔۔۔۔۔۔إلخ“ (١)

اس امت کا ظالم جہنم کے خاص دروازہ سے داخل ہوگا چوں کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین امت ہے اور جو شخص کسی کی محبوب شخصیت کو تکلیف دیتا ہے یا

---

(١) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنۃسبعون ألفاً بغیر حساب: ٥/٢٣٩٦، الحدیث: ٦٥٤١

اس پر ظلم ڈھاتا ہے اوہ اس کے نزدیک مبغوض وناپسندیدہ ہوجاتا ہے، لہذا جو شخص بھی امت مرحومہ پر ظلم کرھتا ہے اس کے کسی فرد کو بلاوجہ حق قتل کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے سخت نفرت کرتا اور اسے سخت سزا دیتا ہے، حتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو قتل کرنے والوں کے لیے جہنم کا ایک دروازہ خاص کر رکھا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ. لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ (۱)

ترجمہ: جہنم ان تمام کا ٹھکانہ ہے، اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کا ایک حصہ مقرر رہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم کا ایک دروازہ اس شخص کے لیے ہے میری امت پر تلوار سونتتا ہے۔ **"باب منهالمن سل السيف على أمي أوقال على أمة محمد" (۲)**

اس امر پر تعجب نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کی محبوب امت ہے، اور اس امت کے ایک فرد کا قتل بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا برا ہے کہ اسے آسمان وزمین کی بربادی تو گوارہ ہے، لیکن ایک مرد مومن کا نوحق قتل گوارہ نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: **پوری دنیا کا ختم ہوجانا ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں اللہ کے نزدیک آسان ہے۔ "لزوال الدنيا أهوب ولى الله من قتل رجل مسلم" (۳)**

کسی بھی روایت میں نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی اہمیت کسی دوسری امت کو بخشی ہو کہ اس کے درمیان فتنہ دفساد مچانے والوں، ان کا ناجائز قتل کرنے والوں کے

---

(۱) الحجر: ۴۳، ۴۴

(۲) سنن الترمذی، حدیث: ۲۱۲۳

(۳) سنن النسائی، حدیث: ۳۹۹۲

لیے جہنم کا ایک دروازہ خاص کر رکھا ہو۔(۱)

## اعضائے وضو کا میدان حشر میں چمکنا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے وضو والے اعضاء چمکتے ہوں گے، نعیم المجمر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ: میری امت کے لوگ وضو کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے، تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھالے ( وضو اچھی طرح کرے )۔

**”عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، يَقُولُ: "إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ“۔(۲)**

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بیشک میرے حوض کی وسعت ایلہ سے عدن تک کی مسافت سے زیادہ ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس کے پیالے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں، (اس کا پانی) دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں کچھ لوگوں کو اپنے حوض سے یوں دھتکاروں گا، جیسے کوئی آدمی اجنبی اونٹ کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے۔“ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں! تم میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضو کے اثر کی وجہ سے تمہاری پیشانی، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں چمکتے ہوں گے، یہ علامت

---

(۱) امت محمدیہ کے فضائل: ۵۷، ۵۸، فیضی

(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۶

(ومنقبت) کسی اور کی نہیں ہوگی‘‘۔

**أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ، أُنَادِيهِمْ: أَلَا هَلُمَّ. فَيُقَالُ: إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ. فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا‘‘(۱)**

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن (بارگاہِ الٰہی میں) سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور میں ہی ہوں گا جسے سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ہوگی۔ سو میں اپنے سامنے دیکھوں گا اور اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان بھی پہچان لوں گا۔ اسی طرح اپنے پیچھے اور اپنی داہنی طرف بھی انہیں دیکھ کر پہچان لوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کو دوسری امتوں کے درمیان کیسے پہچانیں گے جبکہ ان میں حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت تک کے لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے اعضاء وضو کے اثر سے چمک رہے ہوں گے اور ان کے سوا کسی اور (امت) کے ساتھ ایسا نہیں ہوگا اور میں انہیں پہچان لوں گا کہ ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور انہیں پہچان لوں گا کہ ان کے آگے ان کی اولاد دوڑتی ہوگی۔

**’’أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُوْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَأَنْظُرَ إِلَي بَيْنَ يَدَيَّ، فَأَعْرِفَ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ، وَمِنْ خَلْفِي مِثْلُ ذَلِکَ، وَعَنْ يَمِيْنِي مِثْلُ ذَلِکَ. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! کَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَکَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيْمَا بَيْنَ نُوْحٍ إِلَي أُمَّتِکَ؟ قَالَ: هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ، لَيْسَ أَحَدٌ کَذَلِکَ غَيْرُهُمْ، وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتَوْنَ**

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۲۴۹

کُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ، وَأَعْرِفُهُمْ يَسْعَي بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ ذُرِّيَتُهُمْ"(۱)

## قیامت کے دن اس امت کو نبی کی دعا حاصل

ہر نبی کو ایک دعا کا موقع دیا گیا کہ جو مانگیں گے قبول ہوگا، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کے لئے بچا کر رکھا ہے؛ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث ہے: ہر نبی کو ایک قبول ہونے والی دعا کا اختیار دیا گیا، اور ہر نبی نے وہ دعا دنیا میں ہی مانگ لی، لیکن میں نے اپنی دعا کو قیامت والے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے بچا کر رکھا ہے، اور یہ إن شاء اللہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حالت میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔

**"لكل نبيٍّ دعوةٌ مُستجابةٌ، فتعجّل كلُّ نبيٍّ دعوتَه، وإني اختبأتُ دعوتي شفاعةً لأُمّتي يوم القيامة، فهي نائلةٌ - إن شاء الله - من مات لا يُشرِكُ بالله شيئًا"(۲)**

## اس امت کا حساب سب سے پہلے ہوگا

میدان حشر میں ہر کوئی اپنے اعمال کی وجہ سے پریشان ہوگا، اس دن کو اللہ رب العزت نے "**يوما يجعل الولدان شيبا**" فرمایا، جس دن کی ہولناکی سے حاملہ عورت وضع حمل کر دے گی مگر پتہ نہ چلے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتسائلون، اذا الشمّس کورت جیسی سورتیں جن میں قیامت کا ذکر ہے فرمایا کہ: ان سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا، اس دن جو امت سب سے پہلے حساب سے فارغ ہوگی وہ امت محمدیہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم سب سے آخری امت ہیں اور ہمارا حساب سب سے پہلے لیا جائے گا، قیامت کے دن پکارا جائے گا کہاں ہے امی امت

---

(۱) **مجمع الزوائد، حدیث ۲۲۵، مسند احمد، حدیث: ۲۱۷۸۵، مستدرک حاکم، حدیث: ۳۷۸۴**، امام حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ **قَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ۔**

(۲) **صحیح بخاری**، حدیث نمبر: ۶۳۰۴، **صحیح مسلم**، حدیث نمبر: ۳۳۸

اور اسکے نبی؟ چنانچہ زمانہ کے لحاظ سے تو سب سے آخر میں آئی ہے، لیکن ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا۔

”نحن الآخرون واول من یحاسب یقال: این الامة الامیة ونبیھا، فنحن الآخرون اولون“(۱)

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحوم قرار دیا اور اس کی عمر مختصر رکھی، سو ہم ہی آخری ہیں اور ہم ہی قیامت کے دن اول ہوں گے، اور میں بغیر کسی فخر کے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور حضرت موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں ہی حبیب اللہ ہوں اور روزِ قیامت میرے پاس ہی حمد کا جھنڈا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں مجھ سے تین وعدے فرمائے اور تین چیزوں سے انہیں نجات عطا کی، ان پر عام قحط سالی مسلط نہیں کرے گا اور کوئی دشمن انہیں ختم نہیں کر سکے گا اور انہیں گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔

”أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلَ: إِنَّ اللهَ أَدْرَکَ بِيَ الْأَجَلَ الْمَرْحُومَ وَاخْتَصَرَ لِي اخْتِصَارًا، فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنِّي قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ، إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللهِ وَمُوْسَي صَفِيُّ اللهِ وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَمَعِي لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَإِنَّ اللهَ وَعَدَنِي فِي أُمَّتِي وَأَجَارَهُمْ مِنْ ثَلَاثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ عَلَي ضَلَالَةٍ“(۲)

## پل صراط پر سے پہلے گذرے گی

یہ جہنم پر بنایا جانے والا پل جس پر سے لوگ اپنے اعمال کے مطابق رفتار سے

---

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۲۹۰

(۲) سنن دارمی، مَا أُعطِيَ النَّبِي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنَ الفَضْل، حدیث: ۵۴

گزریں گے؛ کچھ تو آنکھ جھپکنے میں گزر جائیں گے، اور کچھ بجلی کی طرح، کچھ تیز ہوا کی مانند اور کچھ لوگ تیز رو گھوڑوں کی طرح گزریں گے، کچھ ایسے بھی ہوں گے جو دوڑ کر گزریں گے، کچھ چل کر اور کچھ رینگتے ہوئے عبور کریں گے، جبکہ کچھ ایسے بھی ہوں گے جنہیں اچک کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، یعنی ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق رفتار کے ساتھ اس پل کو عبور کرے گا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: پھر پل صراط لایا جائے گا اور جہنم کی پشت پر لا کر رکھ دیا جائے گا، ہم نے کہا: اللہ کے رسول! پل صراط کیا ہے، آپ نے فرمایا پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے اس پر کانٹے اور آنکڑے ہیں اور چوڑے گوکھرد (کانٹے) ہیں اور ایسے ٹیڑھے کانٹے ہیں جو نجد میں ہوتے ہیں، انہیں ''سعدان'' کہا جاتا ہے، مؤمن اس پر سے چشم زدن، بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، تیز رفتار گھوڑوں اور سواریوں کی رفتار سے گزر جائیں گے، ان میں سے بعض تو صحیح سلامت بچ کر نکل جائیں گے اور بعض اس حال میں نجات پائیں گے کہ انہیں خراشیں لگ چکی ہوں گی، یا ان کے اعضا جہنم کی آگ سے جھلسے ہوئے ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری شخص گھسٹ کر نکلا جائے گا۔ ''أَنَّ الْجِسْرَ أَدَقُّ مِنْ الشَّعْرَةِ وَأَحَدُّ مِنْ السَّيْفِ''(۱)

اس مشکل ترین مرحلہ سے سب سے پہلے امت محمدیہ گذرے گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جہنم کی پشت پر پل رکھا جائے گا، میں اور میری امت سب سے پہلے اس پر سے گزریں گے، اس دن تمام رسولوں کی ایک ہی پکار ہوگی: اے اللہ! سلامت رکھ، اے اللہ! سلامت رکھ۔

**''ویضرب الصراط بین ظھری جھنم، فاکون انا و امتی اول من یجیز و دعاء الرسل یومئذ اللھم سلم اللھم سلم''(۲)**

---

(۱) الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية: ۳/۹۰۵

(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۶۵۷۳، صحیح مسلم کتاب الایمان، حدیث: ۱۸۲

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ پُل صراط کو جہنم کے اوپر درمیان میں رکھا جائے گا، اور میں اور میری امت سب سے پہلے اس کو پار کریں گے۔

"ويُضربُ الصِّراطُ بين ظهرَي جهنّم، فأكونُ أنا وأمتي أوّلَ من يُجيز" (۱)

## پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت دروازہ کھلوائیں گے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آ کر کھلواؤں گا یعنی اس کو کھولنے کا کہوں گا تو خازن جنت کے دروازے کا پہرہ دار کہے گا۔ کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تو وہ کہے گا کہ آپ کے لئے ہی مجھے سب سے پہلے دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ سے پہلے سب کے لئے منع ہے۔

"آتِي بابَ الجنة يوم القيامة فأستفتِحُ - أي: أطلبُ فتحَه -، فيقول الخازِنُ: من أنت؟ فأقول: محمد. فيقول: بك أُمِرتُ، لا أفتحُ لأحدٍ قبلَك" (۲)

## سب سے پہلے جنت میں داخلہ

۱۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلے جنت دروازہ کھلوائیں گے۔

صحیح مسلم میں ہے: قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آ کر کھلواؤں گا یعنی اس کو کھولنے کا کہوں گا تو خازن (جنت کے دروازے کا پہرہ دار) کہے گا۔ کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تو وہ کہے گا کہ آپ کے لئے ہی مجھے سب سے پہلے دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ سے پہلے سب کے لئے منع ہے۔

"آتِي بابَ الجنة يوم القيامة فأستفتِحُ - أي: أطلبُ فتحَه -، فيقول الخازِنُ: من أنت؟ فأقول: محمد. فيقول: بك

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۸۰۶، صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۲

(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۱۹۷

**أُمِرتُ، لا أفتحُ لأحدٍ قبلَك''(١)**

٢۔ اورسب سے پہلے یہ امت جنت میں داخل ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اس وقت تک حرام کر دی گئی ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام ۔اُمتوں پر اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

**''عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه عَنْ رَسُوْلِ االلهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: الْجَنَّةُ حُرِّمَتْ عَلَي الْأَنْبِيَاءِ حَتّي أَدْخُلَهَا' وَحُرِّمَتْ عَلَي الْأُمَمِ حَتّي تَدْخُلَهَا أُمّتِي''(٢)**

## اس امت کا بڑا طبقہ بغیر حساب کے جنت میں

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز روشن پیشانیوں اور چمکتے ہاتھ پاؤں والے لوگوں کی ایک جماعت نمودار ہوگی جو افق پر چھا جائے گی ان کا نور سورج کی طرح ہوگا سو ایک ندا دینے والا ندا دے گا ''نبی اُمّی'' پس اس نداء پر ہر امی نبی متوجہ ہوگا، لیکن کہا جائے گا (کہ اس سے مراد) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت ہے سو وہ جنت میں داخل ہوں گے ان پر کوئی حساب اور عذاب نہیں ہوگا، پھر اس طرح کی ایک اور جماعت نمودار ہوگی جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے، ان کا نور چودھویں کے چاند کی طرح کا ہوگا اور ان کا نور افق پر چھا جائے گا سو پھر ندا دینے والا ندا دے گا اور کہے گا ''نبی اُمّی'' پس اس ندا پر ہر امّی نبی متوجہ ہوجائے گا لیکن کہا جائے گا: اس ندا سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت ہے پس وہ بغیر

---

(١) صحیح مسلم، حدیث: ١٩٧:

(٢) المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث: ٩٤٢، مجمع الزوائد: ٦٩/١٠، کنزل العمال، حدیث: ٣١٩٥٣

حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر اسی طرح کی ایک اور جماعت نمودار ہوگی ان کی (بھی) پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے، ان کا نور آسمان میں بڑے ستارے کی طرح ہوگا ان کا نور افق پر چھا جائے گا پس ندا دینے والا آواز دے گا: ’’نبی اُمّی‘‘، پس اس پر ہر امی نبی متوجہ ہو جائے گا، کہا جائے گا: (اس سے مراد بھی) محمد اور ان کی امت ہے۔ پس وہ بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر آپ ﷺ کا رب (اپنی شان کے لائق) تشریف لائے گا پھر میزان وحساب قائم کیا جائے گا۔

’’عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيّ رضي الله عنه يَقُوْلُ: تَخْرُجُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُلَّةٌ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ يَسُدُّ الأُفُقَ نُوْرُهُمْ مِثْلُ الشَّمْسِ فَيُنَادِي مُنَادٍ: النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ فَيَتَحَسَّسُ لَهَا كُلُّ نَبِيٍّ أُمِّيٍّ، فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ لَيْسَ عَلَيْهِمْ حَسَابٌ وَلَا عَذَابٌ، ثُمَّ تَخْرُجُ ثُلَّةٌ أُخْرَي غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ نُوْرُهُم مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ يَسُدُّ الْأُفُقَ نُوْرُهُمْ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ فَيَتَحَسَّسُ لَهَا كُلُّ نَبِيٍّ أُمِّيٍّ، فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ، ثُمَّ تَخْرُجُ ثُلَّةٌ أُخْرَي غُرٌ مُحَجَّلُوْنَ نُوْرُهُمْ مِثْلُ أَعْظَمِ كَوْكَبٍ فِي السَّمَاءِ يَسُدُّ الْأُفُقَ نُوْرُهُمْ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: النَّبِيُّ الأُمِيُّ، فَيَتَحَسَّسُ لَهَا كُلُّ نَبِيٍّ أُمِّيٍّ فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ، ثُمَّ يَجِيئُ رَبُّکَ عزوجل ثُمَّ يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ وَالْحِسَابُ‘‘(۱)

## امت محمدیہ کا ہر مومن جنتی ہے

اس امت کا ہر ایمان والا خواہ وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو ضرور مغفرت پا کر جنت

---

(۱) المعجم الكبير للطبرانی، حدیث: ۷۷۲۳، مجمع الزوائد: ۱۰/۴۰۹

میں داخل ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو، جب کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرما کر کتابِ ہدایت کا وارث بنادیا۔ فرمایا:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ
ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ
بِإِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (۱)

پھر ہم نے اس کتابِ ہدایت کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جن کو ہم نے چن لیا (مراد امت محمدیہ ہے) پھر ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو (منہیات ومعصیات کے مرتکب ہوکر) اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں، اور انہیں میں سے کچھ ایسے ہیں جو درمیانی درجے کے ہیں، (نیکی بھی کرتے ہیں اور بدی بھی) اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں (ان کی نیکیاں برائیوں پر غالب رہتی ہیں) رحمت عالم ﷺ نے خلاقِ عالم کے کلام میں مذکور امت کے ان تینوں طبقات کے متعلق ارشاد فرمایا: "كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ"۔ (۲)

یہ سب کے سب مراتب ودرجات کے فرق کے ساتھ آگے پیچھے ضرور جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: اس امت کے جس شخص کا بھی انتقال ہوگا اسکے بدلے کسی یہودی یا نصرانی کو جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔ **"لا یموت رجل مسلم الا ادخل اللہ مکانہ النار یہودیا أو نصرانیا"** (۳)

یعنی ہر انسان کے لئے جنت اور جہنم دونوں جگہ ایک ایک جگہ رہتا ہے جب فضل الٰہی شامل ہوگیا تو جہنم کی جگہ خالی کرلی جائے گی اور جس کو اس کے بداعمالیوں کی وجہ سے

---

(۱) فاطر: ۳۲

(۲) مشکوٰۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ، الفصل الثالث، حدیث: ۲۰۸

(۳) صحیح مسلم، باب التوبۃ، حدیث: ۲۷۶۷

فضل شامل نہ ہوا تو اس کا جنت کی جگہ خالی ہو جائے گی اور وہ جنتی شخص اپنی جگہ اور اس جہنمی کی جگہ کا وارث ہو جائے، جس طرح یہ جہنمی اپنی جگہ اور اس جنتی کی جگہ کا جہنم میں وارث ہوگا، اور یہ **وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی** کے خلاف نہیں ہے بلکہ **وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْءًا یُّجْزَ بِهٖ**'' کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ میدان حشر میں یہ امت تین جماعت میں تقسیم ہوگی، ایک جماعت بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل ہوگی، دوسری جماعت کا حساب آسان لیا جائے گا، پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے، تیسری جماعت وہ ہوگی جن کی پشت پر بڑے بڑے پہاڑوں جیسے گناہوں کا بوجھ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان سے متعلق سوال کریں گے جبکہ آپ کو سب معلوم ہے، کہا جائے گا: یہ آپ کے بندے ہیں، حکم ہوگا ان کے گناہ ان سے دور کر کے یہود ونصاری پر ڈال دو اور انہیں میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔

**حطوها عنهم واجعلوها على اليهود والنصارى وادخلوهم برحمتي الجنة(۱)**

## جنت میں امت محمدیہ زیادہ ہوگی

یہی امت سب سے زیادہ جنتی ہوں گے، ان کی اسّی (۸۰) صفیں ہوں گی، اور دیگر تمام امتوں کی کل چالیس صفیں ہوں گی، حدیث میں آتا ہے: اہل جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی، جن میں سے اَسّی (۸۰) صفیں اس امت کی ہوں گی اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں جائیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اور زیادہ کی دعا کی تو اس نے میرے لئے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار افراد کا اضافہ فرما دیا۔

**''أهلُ الجنة عشرُون ومائةُ صفٍّ، وهذه الأمةُ من ذلك**

---

(۱) **مستدرک حاکم:** ۱/۵، حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ذہبی نے سکوت اختیار کیا ہے، **کشف الغمہ:** ۴۳۰

**ثمانُون صفًّا وفيهم سَبعون ألفًا يدخُلون الجنةَ بغير حسابٍ**
**ولا عذابٍ، قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فاستزَدتُّ ربي -عز وجل- فزادَني**
**مع كلِّ واحدٍ سبعين ألفًا" (۱)**

### اس امت کو شفاعت کا حق نصیب ہوگا

شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو نہیں کہتے اور نہ شفاعت ڈر کر یا دب کر مانی جاتی ہے، اس امت کے خاصانِ خدا کی شفاعت حق ہے، اس پر اجماع ہے اور بکثرت آیات قرآن اس کی شاہد ہیں، احادیث کریمہ اس باب میں درجہ شہرت بلکہ تواترِ معنوی تک پہنچی ہیں، اللہ جل جلالہٗ مالک حقیقی ہے۔ اس کو کسی سے کسی قسم کا نہ لالچ ہے نہ ڈر، وہ تمام عالم سے غنی ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، اس نے اپنے محبوبوں کی عظمت وجلالت ظاہر فرمانے انہیں شفاعت کا حق دیا ہے، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب سے ارشاد فرمایا کہ: "اے محبوب! تم کو تمہارا رب ضرور اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جائے گے۔ **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**" اس ارشاد الٰہی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ کریم میں عرض کی کہ "جب تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہ گیا"۔ (۲)

ایک روایت میں ہے حضور وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس میرے رب کا ایک قاصد آیا جس نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو اپنی آدھی امت کو جنت میں کا داخلہ کروالو اور یا شفاعت اختیار کرلو، لہٰذا میں نے شفاعت اختیار کرلی اور شفاعت ان کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرگئے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے تھے۔

**"خُيِّرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ وَ بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ؟**
**فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعَمُّ وَ أَكْفَى. أَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِيْنَ؟ لَا،**

---

(۱) مسند احمد: ۱/ ۲، حدیث: ۲۲

(۲) سورۃ الضحیٰ، آیت نمبر: ۵

وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ الْمُتَلَوِّثِيْنَ“(۱)

فائدہ: چوں کہ آدھی امت جنت میں داخل کرا لینے کی شق اختیار کرنے سے دوسروں کے حق میں سفارش کرنے کا حق نہ رہتا، اس لیے آپ ﷺ نے سفارش اختیار کی جو ساری امت کے حق میں ہوگی، اگر سفارش اختیار نہ فرماتے تو امت کا نقصان ہوتا۔ (۲)

بعض احادیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ امت کسی بھی مسلمان کو جسے پہچان رہی ہوگی جہنم میں نہ چھوڑے گی، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ”یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تمیم“ (۳)

میری امت کے ایک فرد کی شفاعت سے قبیلہ بنوتمیم کے افراد سے زیادہ تعداد میں لوگ جنت میں جائیں گے، صحابہ نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کے علاوہ یہ کوئی اور شخص ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ میرے علاوہ ہوگا۔

”لیدخلنّ الجنة بشفاعة رجل لیس بِنَبِیٍ مثل الحییّن او مثل
احدالحیین: ربیعة و مُضَرَ، فقال رجل یا رسول اللہ او ما ربیعة
من مُضرَ فقال انما اقول ما اقول“ (۴)

یقیناً ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہ ہوگا ربیعہ ومضر دونوں قبیلوں کی تعداد کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ربیعہ مضر ہی کی ایک شاخ نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں وہی کہہ رہا ہوں جو مجھ سے کہلوایا جا رہا ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

---

(۱) سنن ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، حدیث: ۴۳۱۱
(۲) فضائل امت محمدیہ: مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، ادارہ دائرۃ المعارف کراچی: ۱۴
(۳) سنن ترمذی، حدیث: ۳۴۳۸
(۴) مسند احمد: ۵/۲۵۷، الحدیث: ۲۲۲۱۴

**”ان من امتی من یشفع للفئام و منھم من یشفع للقبیلة و منھم من یشفع للعصبة و منھم من یشفع للواحدحتی یدخلوا الجنة“ (۱)**

میری امت کے کچھ لوگ ایک قبیلہ کی سفارش کریں گے اور کچھ لوگ ایک چھوٹی جماعت کی شفاعت کریں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جو صرف ایک ہی شخص کی شفاعت کرین گے حتی کہ میری امت کی شفاعت سے سارے لوگ ہی جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

## کیا انبیاء نے اس امت میں پیدا ہونے کی دعا مانگی ہے؟

۱۔ بعض مرتبہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ”انبیائے سابقین میں بہت سے انبیاء نے یہ دعا فرمائی کہ ”یا اللہ! تو ہمیں نبی اور رسول بنا کر نہ بھیجنا بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنا دینا، انبیاء میں سے کسی کی دعا قبول نہیں ہوئی سوائے حضرت عیسی علیہ السلام کے، اس لیے قیامت کے قریب حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو امتی بن کر تشریف لائیں گے۔

۲۔ حضرت موسی علیہ السلام نے تورات میں اس امت کے فضائل دیکھے تو یہ خواہش کی کہ یہ امت ان کی امت بنادی جائے تو ارشاد ہوا **”تلك أمة أحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“** جب بار بار یہی جواب ملا تو پھر حضرت موسی علیہ السلام نے یہ درخواست کی کہ **”یا رب فاجعلنی من أمة أحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ (۲)**

۳۔ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق بھی اس امت میں پیدا ہونے کی دعا کرنے اور قبول ہونے کی بات کہی جاتی ہے۔

کسی بھی مستند و مرفوع روایت سے انبیائے سابقین کا امتِ محمدیہ میں پیدا

---

(۱) سنن ترمذی: ۲۴۴۰

(۲) دلائل النبوۃ، حدیث: ۳۱، دار النفائس

ہونے کی تمنا یا دعا کرنا ثابت نہیں، اس لیے یہ بات بیان نہ کی جائے۔

[۱] آن لائن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ”کسی معتبر مرفوع روایت سے انبیاء سابقین کا امتِ محمدیہ میں پیدا ہونے کی تمنا کرنا ثابت نہیں، بعض کتابوں میں اس طرح کی روایات کا ذکر ہے مگر یا تو وہ حد درجہ ضعیف ہیں یا ازقبیلِ اسرائیلیات ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا“۔(۱)

[۲] دلائل النبوۃ والی روایت کی سند میں ”جبارہ ابن المغلس الحمانی الکوفی“ ہے جو ضعیف ہے۔

> **”جُبَارة بالضم ثم موحدة ابن المغلس بمعجمة بعدها لام ثقيلة (مكسورة) ثم مهملة الحمانی بكسر المهملة وتشديد الميم أبو محمد الكوفی ضعيف من العاشرة مات سنة إحدى وأربعين“۔(۲)**

[۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روایت نقل کرنے کے بعد خود امام اصفہانی نے اس کے ایک راوی ”ایوب الجبابری“ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”اس کی حدیث میں کجی اور اس کی حدیث منکر ہوتی ہے“۔

> **”وهذا الحديث من غرائب حديث سهيل، لا أعلم أحدا رواه مرفوعا إلا من هذا الوجه، تفرد به الربيع بن النعمان، وبغيره من الأحاديث، عن سهيل، وفيه لين“(۳)**

[۴] ایک اور راوی ”سعید بن موسیٰ“ کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ ”ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا“ نیز حافظ ابن حجر

---

(۱) دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر:168466

(۲) تقریب التہذیب: ۱۳۷، الناشر: دارالنفائس، بیروت

(۳) دلائل النبوۃ لأبی نعیم الأصبهانی: ٦٩، الناشر: دار النفائس، بیروت

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام والی دعا کی حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ ''یہ حدیث موضوع ہے''(۱)

[۵] اس طرح کی اکثر روایات حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ پر موقوف جو اسرائیلی روایتیں ذکر کرنے میں مشہور ہیں، حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ پہلے یہودی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام لائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن سے مدینہ تشریف لائے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسرائیلی کتابوں کی باتیں بیان کرنے کے عادی تھے۔

> **''كعب بن ماتع الحميری، اليمانی، العلامة، الحبر، الذی كان يهوديا، فأسلم بعد وفاة النبی - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - وقدم المدينة من اليمن فی أيام عمر - رضی الله عنه - فجالس أصحاب محمد - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - فكان يحدثهم عن الكتب الإسرائيلية، ويحفظ عجائب''(۲)**

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کعب بن احبار رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کو تعجب سے سنا کرتے تھے کہ بعض باتیں شریعتِ مطہرہ کے عین موافق ہوتی تھی، لیکن اکثر باتیں غلط بھی ہوا کرتی تھیں۔

> **''فإن كعب الأحبار لما أسلم فی زمن عمر كان يتحدث بين يدی عمر بن الخطاب رضی الله عنه بأشياء من علوم أهل الكتاب، فيستمع له عمر تأليفا له وتعجبا مما عنده مما يوافق كثير منه الحق الذی ورد به الشرع المطهر، فاستجاز كثير من الناس نقل ما يورده كعب الأحبار ؛ لهذا المعنی، ولما جاء من الإذن فی التحديث عن بنی إسرائيل لكن كثيرا**

---

(۱) لسان المیزان: ۴/۷۷

(۲) سير أعلام النبلاء، ط الرسالة: ۳/۴۸۹

**مایقع فیمایرویہ غلط**"(۱)

نیز اس طرح کی روایتیں تاریخ وتراجم کی کتابوں میں پائی جاتیں ہیں لیکن ان سب روایتوں کا دار ومدار حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ، وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہے، آپ تابعین حضرات ہیں، کثرت سے اسرائیلیات کی روایت کرنے میں مشہور ومعروف ہیں، اس لئے ظن غالب ان روایات کا اسرائیلیات میں سے ہونا ہے، جن کتابوں میں ان روایتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرکے بیان کیا ہے، کوئی روایت سنداً معتبر ومستند نہیں ہے۔

[۶] حضرت الیاس علیہ السلام سے اس طرح کی دعا کرنے کی بات کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "**تلخیص المستدرك**" میں موضوع اور من گھڑت" کہا ہے، نیز حضرت خضر علیہ السلام کے دعا کرنے کی روایت بھی غیر مستند اور غیر معتبر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ : جب حضرت عیسی علیہ السلام نے امت محمدیہ کی صفات دیکھی تو دعا کی کہ آپ علیہ السلام کو اس امت میں سے بنادے، اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ آپ علیہ السلام آخیر زمانے میں نازل ہوں گے، اسلام میں تجدیدی کارنامہ انجام دیں گے۔

> **"وقیل إنه دعا الله لما رأى صفة محمد وأمته أن یجعله منهم فاستجاب الله دعائه وأبقاه حتى ینزل في آخر الزمان مجددا لأمر الإسلام فیوافق خروج الدجال فیقتله والأول أوجه"** (۲)

مگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا کوئی حوالہ حدیث وغیرہ کا ذکر نہیں کیا ہے، نیز اس بات کو "قیل" کے لفظ ذکر کے مرجوح بھی قرار دیا ہے۔(۳)

---

(۱) لبدایة والنهایة:۱/ ۳۵

(۲) فتح الباری لابن حجر:۶/ ۴۹۳، الناشر: دار المعرفة - بیروت

(۳) ملخص: دار الافتاء، دار العلوم دیوبند، جواب نمبر:168466

نوٹ: (۱)عیسی علیہ السلام کا آسمان پر اٹھالیا جانا اور پھر اخیر زمانہ میں اپنے زمانے کے جلیل القدر نبی ہونے کے باوجود بحیثیت امتی نازل ہونا، صحیح دلائل سے ثابت ہے، جس سے انکار کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے، مگر یہ "رفع سماء ونزول الی الارض" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کرنے اور دعا قبول ہونے کی وجہ سے ہوا؟ یہ صراحتاً کتبِ حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام میں سے اس طرح کی دعا کرنا وارد ہے۔

(۲) انبیاء کرام علیہم السلام کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت دینے والی ایسی باتیں جس سے دوسرے نبی کی توہین وتحقیر لازم آتی ہو بیان کرنا درست نہیں ہے تو امت کو انبیاء پر فضیلت دینے والی باتیں بیان کرنا بدرجۂ منع ہوں گی۔

## کیا کفار بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے امت اجابت ہیں اور جو ایمان نہ لائے وہ امتِ دعوت ہیں، دعوت کے لحاظ سے سب آپ کی امت ہیں کہ دعوت تو سب کو دی جائے گی۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔(۱) جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا ان کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے اور انعامات ہیں۔

## اب ہمیں کیا کرنا ہے؟

ان خصائص وفضائل کو پڑھ لینے اور ان پر مطلع ہوجانے کا فائدہ کیا ہے؟ ہماری دنیاوی زندگی پر اس کا کیا اثر پڑنا چاہیے؟ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ان فضائل وخصائص کے حقدار ہم کیسے بن سکتے ہیں؟

ان سوالات کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمیں چند امور کا التزام کرنا ہوگا۔

---

(۱) سورۃ اعراف:۱۵۸

## شکرانِ نعت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو نعمت اسلام بخشی ہے ہمیں افضل امت اور خیر امت بنایا ہے اور ان گونا گوں فضیلتوں سے نوازا ہے اس پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کریں، کیوں کہ اس امت میں شامل ہونا اور افضل الرسل کا امتی بننا یہ محض فضل الٰہی ہے، اس میں نہ کسی کو کسی قسم کا اختیار ہے اور نہ ہی کسی کی طاقت وقوت کا نتیجہ۔ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِيۡدٌ (۱)

اگر تم شکر گزاری کروگے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

فضیلت کے شکریہ میں مزید اعمال کرنا چاہیے نہ کہ ان فضائل کو پڑھ کر اعمال میں سستی کرنے لگ جائیں، جان لینا چاہیے کہ یہ فضائل امت کے ہر شخص کے لیے نہیں ہیں بلکہ عملی طور پر شریک لوگوں کو شامل ہے، بعض لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں بھی جائیں گے۔

## خیر امت ہونے کے تقاضے کو پورا کریں

سورۂ آل عمران میں ارشاد باری ہے:

”كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ الخ“

گویا یہ امت اللہ کی مخلوق کو ہر ممکن طریقے سے نفع پہنچانے اور اس سے نقصان کو روکنے کے لیے وجود میں لائی گئی، اور مخلوق خدا کی ایمانی واخلاقی اصلاح اس کے فرض منصبی میں داخل ہے اور معاملہ صرف یہیں تک نہیں رکتا بلکہ اسے خود اپنی ایمانی واخلاقی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے اور جن چیزوں کو دین اسلام میں بنیادی وکلیدی حیثیت حاصل ہے اس پر خصوصی توجہ رہنی چاہیے اور یہی وہ فرض منصبی ہے جسے یہود پورا نہیں کر سکے، اس لیے انہیں اس ذمہ داری سے فارغ کر دیا گیا اور وہ مذموم اور ملعون ٹھہرے، نہ تو

---

(۱) سورہ ابراھیم: ۷

انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا اور نہ ہی نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائے اس لیے اس امت کے افراد کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو عزت وفضیلت انہیں حاصل ہوئی ہے وہ انہیں بنیادوں اور شرطوں کی مرہون منت ہے۔

مولانا عاشق الٰہی بلندشہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مگر امت کا حال یہ ہے کہ دوسروں کو راہِ راست پر کیا لاتی خود ہی اسلام کے احکام سے دور ہے، اس کے حال کو دیکھ کر غیر مسلم یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جیسے یہ ہیں ایسے ہی اسلام نے تعلیم دی ہوگی، ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں، تو ہم اسلام قبول کر کے کیا کریں گے جیسے اب ہیں ویسے ہی جب ہوں گے تو گویا مسلمان اسلام کی طرف بلانے والے نہ ہوئے بلکہ اسلام کی طرف تنفر کرنے والے بن گئے۔

## پست ہمتی، بزدلی، ناامیدی اور مرعوبیت سے پرہیز

غیر قوموں کی مادی ترقی، اکثر مسلم ممالک پر کسی نہ کسی شکل میں ان کے تسلط اور مسلمانوں کے لاعلمی وکمزور ایمانی کی وجہ سے ان کا ایک بہت بڑا طبقہ ناامیدی اور پست ہمتی کا شکار ہوتا جا رہا ہے، غیر قوموں کا خوف ورعب تیزی سے ان میں سرایت کر رہا ہے، نتیجۃً وہ بزدلی کے مرض میں مبتلا ہیں اور بہت سے لوگ تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوءِ ظن کا شکار ہو چکے ہیں۔

## صبر اور نیت اجر پر ثابت قدم رہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں کچھ فطری نظام رکھے ہیں جن میں مسلم وکافر مومن ومنافق اور موحد ومشرک سب برابر کے شریک ہیں، جیسے بھوک، پیاس، صحت ومرض اور خوش وغمی وغیرہ، یہ ایسے عوارض ہیں جو بلا استثناء ہر ایک کو لاحق ہوتے ہیں البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ مومن وموحد اپنی آسودگی وصحت اور خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے اور محتاجی وبیماری اور غم وپریشانی کے موقع پر صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتا ہے جب کہ کافر پہلی حالت میں کبر وغرور میں

مبتلا ہوجاتا ہے اور دوسری حالت میں بے صبری وشکایت کا واویلا مچاتا ہے۔

## ناقابل معافی گناہوں سے پرہیز

خیر امت میں شامل ہونے اور مذکورہ بالا فضائل کا حقدار ہونے کے لیے اشد ضروری ہے کہ ان گناہوں سے پرہیز کیا جائے جن کا ذکر گزشتہ حدیثوں میں گزرا ہے، جیسے شرک، کیوں کہ شرک کرنے کا معنی ہے کہ ہم خیر امت سے خارج ہوگئے، نیز وہ حدیثیں بھی گزر چکی ہیں جن میں صراحت موجود ہے کہ اس امت کے گنہگاروں کا گناہ یہود ونصاریٰ پر ڈال کر انہیں عذاب سے بری کر دیا جائے گا، ان کی صفت یہ ہوگی کہ وہ باری تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے رہے تھے۔

اسی طرح ناحق خون بھی مغفرت الٰہی میں بہت بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”**کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الامن مات مشرکاأو مومن قتل مومنامتعمداً**“۔

قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کردے مگر جس شخص نے حالت شرک پر وفات پائی ہو یا جس مومن نے دوسرے مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔

## باہمی پھوٹ اور اختلاف سے پرہیز

سابقہ بحث میں متعدد حدیثیں گزری، جن میں یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ امت آپس میں ضرور لڑے گی اور یہ باہمی لڑائی اس کی طاقت کی کمزوری اور ان پر دشمن کے مسلط ہونے کا سبب بنے گی، اہل علم کہتے ہیں کہ یہ خبر بطور پیشگی تحذیر وتنبیہ کے ہے، اس سے آپ ﷺ کا مقصد امت مرحومہ کو حتی الامکان اس غلطی سے بچا اور باہمی لڑائی سے متنبہ کرنا تھا اور شاید یہی وجہ ہے کہ درجنوں حدیثوں میں باہمی اتفاق واتحاد پر ابھارا گیا اور اختلاف وافتراق سے روکا گیا ہے۔

## سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ

خیر امت میں شامل ہونے کے خواہش مند حضرات کو چاہیے کہ اپنے نبی کی سیر کا

گہرائی سے مطالعہ کریں، اور اسے اپنے معمولات کا حصہ بنالیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں جو دروس وعبر موجود ہیں ان پر غور کریں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیر اور اس پر غور انسان کے لیے اندھیرے میں روشنی کا مینار بن جاتا ہے، خاص کر امتِ مرحومہ اس وقت جس سیارہ رات سے گزر رہی ہے اور دینِ حق پر جو اجنبیت وکسمپرسی کی کیفیت چاری ہے اس سے متاثر لوگوں کے لیے سیرتِ نبوی خاص کر اس کے مکی دور میں ان کے لیے تسلی کا سامان موجود ہے ذرا سیرتِ نبوی کے اس مشہور واقعہ غور کریں۔

## امت محمدیہ کا تورات میں تذکرہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے برگزیدہ بندے ہیں نہ ان کے اخلاق سخت ہیں نہ مزاج سخت ہے اور نہ وہ بازاروں میں چلانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف کردیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں ملہ ان کی جائے پیدائش ہے اور مدینہ ان کی جائے ہجرت ہے اور ملک شام میں ان کے مجاہد ہوں گے، ان کی امت کے آدمی اللہ کی بہت زیادہ حمد کرنے والے ہوں گے، خوشی میں اور مصیبت میں اللہ کی حمد کرنے والے ہوں گے، ہر منزل پر جہاں قیام کریں گے اللہ کی حمد بیان کریں گے او ہر بلندی پر جب چڑھیں گے تو اللہ کی بڑائی بیا کریں گے اور اللہ اکبر کہیں گے اور نماز کے اوقات پہچاننے کے لئے سورج کا دھیان رکھنے والے ہوں گے، جب نماز کا وقت آئے گا نماز ادا کریں گے، آدھی پنڈلی تک اپنا تہبند باندھیں گے، نماز کے وقت اپنے ہاتھ پاؤں دھویا کریں گے (وضو کریں گے) آسمان وززین کے درمین کھڑے ہوکر ان کا مؤذن اذاں دے گا، ان کی صف جہاد میں اور ناز میں برابر ہوگی (جان دینے والا کام اس خوشی سے انجام دیں گے جس طرح نماز ادار کرتے ہیں) راتوں کو اللہ کی یاد کریں گے، ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ذکر اللہ کے ساتھ نکلتی ہوگی۔

حتیٰ کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت میں تو یہاں تک منقول

ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ''حق تعالیٰ کی جانب سے امت محمدیہ کو چار چیزیں ایسی عنایت ہوئیں جو مجھے بھی نہیں ملیں۔''

۱- مجھ سے خطا ہوئی تو لباس اتار لیا گیا۔ (اس موقع پر یہ ہرگز نہ بھولیں کہ انبیاء علیہم السلام کی خطا خدا کی حکمت کے پیش نظر بلکہ ذریعۂ عطا ہوتی ہے) اور یہ امت برہنہ بھی گناہ کرے گی تو ان کی پردہ پوشی ہوگی۔

۲- مجھ سے خطا ہوئی تو میاں بیوی میں جدائی کر دی گئی، اور اس امت میں گناہوں کے باوجود میاں بیوی کو جدا نہیں کیا گیا۔

۳- میری توبہ مکہ مکرمہ میں قبول ہوئی، اس امت کے لوگ جہاں بھی توبہ کر لیں قبول کی جائے گی۔

۴- مجھ سے جنت میں خطا ہوئی تو دنیا میں آنا پڑا، لیکن محمد ﷺ کے امتی دنیا میں خطا کریں گے، پھر سچی توبہ کے بعد دنیا سے جنت میں جائیں گے۔(۱)

## امت محمدیہ کے فضائل وخصوصیات کا خلاصہ

۱- مالِ غنیمت کا حلال ہونا۔

۲- روئے زمین (کی پاک جگہوں) کو جائے نماز بنا دینا۔

۳- بوقت ضرورت تیمم کا جائز ہونا۔

۴- نمازِ پنج وقتہ کا فرض ہونا۔

۵- شبِ قدر کا ملنا۔

۶- ساری امت کا یک بارگی عذابِ الٰہی سے ختم نہ ہونا۔

۷- ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو تک ملنا۔

۸- زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ مقرر ہونا۔

۹- انصاف کی قدرت ہو تو (مردوں کا) چار عورتوں کو نکاح میں رکھنا۔

---

(۱) تنبیہ الغافلین: ۵۳۶

۱۰- (دین کے سلسلہ میں) اختلافِ علماء کا رحمت ہونا۔
۱۱- امراضِ خاص میں مرنے پر شہادت (حکمی) کی فضیلت ملنا۔
۱۲- کافروں پر رعب کا ہونا۔
۱۳- قلیل اعمال پر کثیر ثواب کا ملنا۔
۱۴- بہترین امت کا لقب ملنا۔
۱۵- قیامت میں سب امتوں سے پہلے قبروں سے نکلنا۔
۱۶- میدانِ محشر میں اعضاءِ وضو کا روشن اور چمکدار ہونا۔
۱۷- تمام امتوں سے پہلے حساب ہونا۔
۱۸- تمام امتوں کے مقابلے میں زیادہ ہونا۔
۱۹- اسی طرح تمام امتوں میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا۔ وغیرہ امت مرحومہ کی خصوصیات میں سے ہیں۔

۲۰۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس امت کو پانچ اعزاز عجیب بخشے ہیں:
۱- انہیں ضعیف پیدا کیا، تاکہ تکبر نہ کریں۔
۲- انہیں جسامت میں چھوٹا بنایا، تاکہ کھانے پینے اور لباس کا بوجھ زیادہ نہ ہو۔
۳- ان کی عمریں چھوٹی (ساٹھ سے ستر سال کی) بنائیں، تاکہ گناہ کم رہیں۔
۴- انہیں (پہلی امتوں کے مقابلہ میں) مال کم دیا، تاکہ حسابِ آخرت ہلکا رہے۔
۵- انہیں سب سے آخری امت بنایا، تاکہ قبر میں رہنے کی مدت کم ہو۔(۱)

---

(۱) تنبیہ الغافلین مترجم/ص:۵۳۶

# فہرستِ ماخذ و مراجع

امت محمدیہ کے فضائل تالیف مقصود الحسن فیضی
المناھل الصفیّۃ فی شرف الامۃ المحمدیہ
امت محمدیہ کا شرف اور فضیلت تالیف ڈاکٹر شیخ الاسلام طاہر القادری منہاج القرآن پبلیشر، لاہور
فضائل امت محمدیہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
الروضۃ الندیہ رح اربعین حدیثا فی فضائل الامۃ المحمدیہ جمع و تالیف سلیمان العایدی اردن
اس موضوع پر کافی جامع، مبسوط، تخریج شدہ عربی کتاب سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔

**مسند احمد، احمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، بيروت**
**كنز العمال في سنن الأقوال و الأفعال، علي بن حسام الدين المتقي الهندي، مؤسسة الرسالة، بيروت**
**فيض القدير شرح الجامع الصغير، المكتبة التجارية الكبرى، مصر**
**فرحة اللبيب**

**سنن الدارمي،**
**مشكوة المصابيح،**
**كنز العمال،**
**تاريخ دمشق،**
**السنن الكبري للبيهقي،**
**مسند البزار،**
صراط الجنان
نورالانوار
**فتح الباری، دارالمعرفۃ بیروت۔**
معارف القرآن، نعیمیہ دیوبند
**موسوعة الدرر السنية**
تفسیر الخازن
تفسیر کبیر
تفسیر مظہری
عمر بن الخطاب ابن جوزی
اختلاف امت اور صراط مستقیم
الرحیق المختوم
شعب الایمان
مستدرک حاکم
**مرقاة المفاتيح**
مومن کا ہتھیار
جمالین شرح جلالین

تفسیر ابن کثیر،
السلسلۃ الصحیحۃ،
زاد المعاد
الضوء المنیر علی التفسیر
تفسیر الثعلبی
تفسیر مظہری
الکامل فی الضعفاء، ابن عدی
الطبرانی الاوسط
صحیح البخاری
صحیح مسلم
المحلّٰی لابن حزم
تفسیر ابن کثیر
تفسیر القاسمی
الترغیب والترھیب
التنویر شرح الجامع الصغیر
المعجم الکبیر للطبرانی
المستدرک علی الصحیحین للحاکم
شرح معانی الآثار
فضائل الاوقات للبیہقی
الجامع للقرطبی
الدر المنثور
معارف القرآن

مُسند احمد
مُسند الطیالیسی
موطا
سنن أبو داو
فتح الباری شرح بخاری
سنن ابن ماجه
سنن نسائی
كتاب الزهد لابن مبارك
جامع البیان للطبری
مجمع الزوائد للهیثمی
(۳) امتِ محمدیہ کے فضائل، فیضی
سنن دارمی،
الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية
كشف الغمه
سنن ابن ماجه
فضائل امت محمدیہ: مولانا عاشق الٰہی بلندشہری، ادارہ دائرۃ المعارف کراچی
سنن ترمذی
دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند،
تقریب التهذیب، الناشر: دارالنفائس، بیروت
دلائل النبوة لأبی نعیم الأصبهانی، الناشر: دار النفائس، بیروت
لسان المیزان
سیر أعلام النبلاء، ط الرسالة

لبدایۃ و النھایۃ

فتح الباری لابن حجر، الناشر: دار المعرفۃ - بیروت

تنبیہ الغافلین مترجم

تنبیہ الغافلین

مصنف ابن أبي شيبة،

تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل أي القرآن، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: ٣١٠هـ)، الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م

اليسير في إختصار تفسير ابن كثير، دار الهداة للنشر، جده

صحيح ابن حبّان

گلدستۂ احادیث

مظاہر حق جدید

مسند ابی یعلیٰ،

مسند احمد، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۱ھ۔

السنۃ لابن ابی عاصم،

التاریخ الکبیر للبخاری